باب چہارُم

صلوٰۃ وسلام

www.MinhajBooks.com

محافلِ میلاد النبی ﷺ کا ایک اہم جزو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا ہے۔ صلوٰۃ وسلام ایک منفرد عمل ہے جو مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے قرب و رضا کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ فوری اَثرات و نتائج کے حامل اَعمال میں اِسے خاص اَہمیت حاصل ہے کیوں کہ یہ عمل اللہ رب العزت اور ملائکہ کی سنت ہے۔ وہ ہمہ وقت محبوبِ رب العالمین ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ جملہ اہلِ ایمان کو بھی صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکمِ خداوندی ہے۔ اِس حکم کے تحت محبوبِ کائنات ﷺ پر ہمہ وقت درود و سلام بھیجنا اہلِ ایمان کا وظیفۂ حیات ہے۔ جب آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا دن آتا ہے تو اہلِ محبت کے درود و سلام پر مشتمل اِس عملِ خیر میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر طرف صَلِّ علیٰ کے نغمے گونجتے سنائی دیتے ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت اور حکم ہے

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○[۱]

’’بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو○‘‘

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

www.MinhajBooks.com

صلوٰۃ وسلام کا قرآنی حکم مطلق ہے، عملِ درود وسلام ایک ایسی عبادت ہے جس میں وقت، جگہ یا کیفیت کی کوئی پابندی نہیں۔ آپ کسی بھی حالت میں، بیٹھ کر، لیٹ کر یا کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھ سکتے ہیں۔ جس طرح آپ اِسے محفلِ میلاد سے باہر پڑھ سکتے ہیں اُسی طرح محفلِ میلاد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ حالتِ قیام میں سلام پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے کیوں کہ یہ کمالِ اَدب و اِحترام پر دلالت کرتا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی مذکورہ آیت کے لفظ تسلیمًا کے ذریعے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنے کے آداب ہی سکھائے جا رہے ہیں۔ صلوٰۃ بھیجنا سنتِ الٰہیہ ہے۔ انسانی ماحول، ضرورت اور زمانے کے تغیرات سے اَحکام میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے مگر سنتِ اِلٰہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی اس سنت کو اَبدی، دائمی اور آفاقی قانون کا درجہ حاصل رہتا ہے جو ہر دور میں بعینہٖ ایک ہی شکل میں قائم و برقرار رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا ۝(۲)

’’سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے ۝‘‘

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم و توقیر کا بڑی تاکید سے حکم فرمایا ہے:

لِتُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ۔(۳)

’’تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو ۝‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں اپنی آوازیں پست رکھنے کا حکم دیا گیا،

(۲) فاطر، ۳۵: ۴۳

(۳) الفتح، ۴۸: ۹

اِرشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○[1]

’’اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی (مکرّم ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اَعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہوجائیں اور تمہیں (ایمان اور اَعمال کے برباد ہوجانے کا) شعور تک بھی نہ ہو○‘‘

پس جس طرح تعظیم وتوقیر مصطفیٰ ﷺ کا حکم ہے اسی طرح آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہوئے ادب واحترام ضروری اَمر ہے۔

۲۔ سلام کی اَہمیت

قرآن حکیم کی رُو سے سلام کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن حکیم نے ان واقعات اور مواقع کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء اور صلحاء پر سلام بھیجا۔ ایسی آیات کریمہ سے سلام کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے:

ا۔ میلادِ یحییٰ علیہ السلام پر سلام کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ○[2]

’’اور یحییٰ پر سلام ہو اُن کے میلاد کے دن اور اُن کی وفات کے دن اور جس

(۱) الحجرات، ۴۹: ۲

(۲) مریم، ۱۹: ۱۵

دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔o‘‘

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّاo(۱)

’’اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔o‘‘

ان آیاتِ کریمہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے اَیامِ ولادت و بعثت اور وفات پر سلام کے تناظر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یومِ ولادت کے موقع پر سلام پڑھنے کی اَہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

۳۔ تمام انبیاء اور رُسل علیہم السلام پر من حیث المجموع سلام بھیجتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَo(۲)

’’اور سلام ہو پیغمبروں پر۔o‘‘

۴۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حمد اور اپنے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم فرمایا:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔(۳)

’’فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اس کے منتخب (برگزیدہ) بندوں پر سلامتی ہو۔‘‘

(۱) مریم، ۱۹: ۳۳

(۲) الصافات، ۳۷: ۱۸۱

(۳) النحل، ۲۷: ۵۹

قرآن حکیم نے انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ طریقہ اور سنت بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے پاس بہرِ ملاقات آنے والے ہر فرد کو سلام کہتے۔ ذیل میں چند آیات بطور نمونہ دی جاتی ہیں:

۵۔ وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ۔ (۱)

''اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو۔''

۶۔ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ۔ (۲)

''اور بے شک ہمارے فرستادہ فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوش خبری لے کر آئے انہوں نے سلام کیا (ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواباً) سلام کیا۔''

۷۔ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ اِنَّا مِنْکُمْ وَجِلُوْنَ ○ (۳)

''جب وہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے تو انہوں نے (آپ کو) سلام کہا۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ ہم آپ سے کچھ ڈر محسوس کر رہے ہیں ○''

۸۔ ایمان والوں کو گھر میں داخل ہونے پر سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○ (۴)

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو

(۱) الأنعام، ۶: ۵۴
(۲) هود، ۱۱: ۶۹
(۳) الحجر، ۱۵: ۵۲
(۴) النور، ۲۴: ۲۷

یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر (نصیحت) ہے تاکہ تم (اس کی حکمتوں میں) غور وفکر کروo"

۹۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً۔(۱)

"پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) پر سلام کہا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے۔"

۱۰۔ لیلۃ القدر میں جب جبرائیل امین علیہ السلام لاکھوں فرشتوں کے جلو میں سطحِ زمین پر نزول کرتے ہیں تو طلوعِ فجر تک ان کا سلسلۂ سلام جاری رہتا ہے۔ سورۃ القدر میں ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍo سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِo(۲)

"اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرئیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر امر کے ساتھ اترتے ہیںo یہ (رات) طلوعِ فجر تک (سراسر) سلامتی ہےo"

اس رات سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک ہر طرف سے سلام کی صدائیں آتی رہتی ہیں۔

۱۱۔ جب اہلِ ایمان کی میدانِ حشر میں آمد ہوگی تو حضور نبی اکرم ﷺ کے صدقے ان کی آپس میں ملاقات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا استقبال سلام سے ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے:

---

(۱) النور، ۲۴: ۶۱

(۲) القدر، ۹۷: ۴، ۵

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍo(۱)

’’(تم پر) سلام ہو، (یہ) ربِ رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گاo‘‘

۱۲۔ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلَامٌ۔(۲)

’’جس دن وہ اس سے ملیں گے ان (کی ملاقات) کا تحفہ سلام ہوگا۔‘‘

جب اللہ سے ملاقات اور دیدارِ الٰہی کے لیے انہیں بلایا جائے گا تو اس دن سلام کا خاص تحفہ ان کی نذر کیا جائے گا، یہ سلام لمحاتِ وصل کا خصوصی تحفہ اور ارمغانِ خاص ہوگا۔

۱۳۔ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجنے کو بہت اہمیت دی ہے۔ قیامت کے دن جب وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا تو وہاں پر ان کا استقبال اللہ رب العزت کی طرف سے کلماتِ سلام سے کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ہے:

وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔(۳)

’’اور وہ اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔‘‘

۱۴۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍo سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِo(۴)

’’(جہاں) سدا بہار باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے آباء و اَجداد اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے جو بھی نیکوکار ہوگا اور

(۱) يٰس، ۳۶: ۵۸

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۴۴

(۳) الأعراف، ۷: ۴۶

(۴) الرعد، ۱۳: ۲۳، ۲۴

فرشتے ان کے پاس (جنت کے) ہر دروازے سے آئیں گے (انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے)o تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں، پس (اب دیکھو) آخرت کا گھر کیا خوب ہےo‘‘

۱۵۔ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo(۱)

’’جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نیکی و اِطاعت کے باعث) پاکیزہ اور خوش وخرم ہوں (ان سے فرشتے قبضِ روح کے وقت ہی کہہ دیتے ہیں:) تم پر سلامی ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ اُن (اَعمالِ صالحہ) کے باعث جو تم کیا کرتے تھےo‘‘

۱۶۔ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِo(۲)

’’تو (اس سے کہا جائے گا:) تمہارے لئے دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہے (یا اے نبی! آپ پر اَصحابِ یمین کی جانب سے سلام ہے)o‘‘

اس مضمون سے جس چیز کی وضاحت مقصود ہے اور جس نکتے پر زور دینا مطلوب ہے وہ سلام کی اَہمیت و خصوصیت سے متعلق ہے۔ سلام کو عام کرنے کا عمل اللہ تعالیٰ، جبرائیل علیہ السلام اور تمام ملائکہ کی سنت ہے۔ شبِ قدر میں آسمانوں کی بلندیوں سے فرشتوں کا روئے زمین پر نزولِ اِجلال ساکنانِ عالمِ بالا کا معمول ہے۔ مومنین اور مقبولانِ الٰہی کا جنت میں داخلہ سلام سے ہوگا اور لقائے الٰہی کے وقت صالح اور نیکوکار بندوں کا اِستقبال بھی سلام کے تحفے سے کیا جائے گا۔ اَنبیاء کرام علیہم السلام کا معمول رہا ہے کہ اپنی ولادت کے دن کے حوالے سے ان کی زبانوں پر قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ کے کلمات تھے۔ یہ اِرشادِ خداوندی سلام کی خصوصی اَہمیت و

(۱) النحل، ۱۶: ۳۲

(۲) الواقعة، ۵۶: ۹۱

معنویت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ سلام کی مستقل حیثیت

قرآن حکیم کے درجِ ذیل اِرشاد پر عمل کے اعتبار سے بعض ذہنوں میں مغالطہ پایا جاتا ہے:

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○[۱]

’’بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو○‘‘

اللہ رب العزت کا یہ فرمان اہل ایمان کے نام پیغام ہے۔ اللہ رب العزت نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق اور امتیاز کیا ہے، بعض لوگ سلام کے تصور یا سلام کے جداگانہ تشخص پر اعتراض کرتے ہیں اور تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سلام پہلے ہی صلوٰۃ (درودِ ابراہیمی) میں شامل کر دیا گیا ہے، جیسا کہ مذکور ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ان کے نزدیک سلام، صلوٰۃ ہی کا حصہ ہے۔ اس لیے اس کی علیحدہ سے کوئی ضرورت نہیں۔ یہ نقطۂ نظر درست نہیں کیوں کہ سلام، صلوٰۃ کا حصہ ہونے کے باوجود ایک جداگانہ تشخص رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے:

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

۱۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ (تم ان پر درود بھیجا کرو)۔

۲۔ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (اور خوب سلام بھیجا کرو)۔

یہاں باری تعالیٰ نے صلوٰۃ وسلام دونوں کا الگ الگ بیان فرمایا ہے لہٰذا جس طرح دو الگ الگ حکم ہیں ان کی تعمیل کے تقاضے بھی الگ الگ ہیں، اور آپ ﷺ کی بارگاہِ میں صلوٰۃ وسلام دونوں کے نذرانے پیش کیے جائیں گے۔

درج ذیل پہلوؤں سے سلام کی اہمیت مزید اجاگر ہوتی ہے:

(۱) حمد کی قبولیت بہ واسطۂ سلام

سلام کی اہمیت اِس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی قبولیت کا انحصار سلام پر ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَo وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَo وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo(۱)

’’آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے اُن (باتوں) سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیںo اور (تمام) رسولوں پر سلام ہوo اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہےo‘‘

اِن آیات میں اللہ رب العزت اپنی تعریف وتحمید میں مشغول بندوں سے فرما رہا ہے کہ میری ذات تمہاری تعریفوں کی حد اور گنجائش سے کہیں بلند و برتر ہے۔ تم میری تعریف اور مدح وستائش کا حق ادا ہی نہیں کرسکتے۔ میری عظمت اور بزرگی کا ادراک تمہارے بس کی بات نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری تعریفیں مجھ تک رسائی پاسکیں اور تمہاری حمدیں میری بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازی جائیں تو اس کے لیے تمہیں میرے

(۱) الصافات، ۳۷: ۱۸۰۔۱۸۲

پیغمبروں پر سلام بھیجنا ہوگا۔ سلام ہی ذریعۂ مدح و ستائش ہے۔ جب تک انبیاء و رسل کے واسطہ سلام کو درمیان میں نہ لایا جائے گا تب تک تمہاری تعریفوں اور حمدوں کی رسائی مجھ تک نہ ہو سکے گی۔ سو مجھ تک رسائی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ''**سلام علی المرسلین**'' یعنی انبیاء و مرسلین پر سلام بھیجنے سے مشروط ہے۔ تمہارا پیغمبروں پر سلام بھیجنا رافعِ حمد بن جائے گا اس لیے کہ ان پر بھیجا ہوا سلام ہمیشہ قابلِ قبول ہوتا ہے۔ صلوۃ اور سلام کی معیت میں آئی ہوئی حمد کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں اور وہ ہمیشہ میری بارگاہ تک رسائی حاصل کر لیتی ہے۔

(۲) تشہد میں سلام

نماز میں تشہد کا آغاز کلماتِ حمد سے کیا جاتا ہے۔ اِس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ بعد ازاں شہادت ہے جس میں توحید اور رِسالت کی گواہی دی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ پر درود اور آخر میں دعا ہے۔ اِس طرح حالتِ تشہد میں دعا کے ساتھ نماز کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اگر تجزیہ کیا جائے تو پورے تشہد میں کل چار چیزیں ہوتی ہیں:

۱۔ **حمد:** تشہد کا حصۂ اوّل خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لیے وقف ہے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ

۲۔ **سلام:** دوسرا حصہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اَقدس پر سلام کے لیے مختص ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهُ

اِس طرح ایک حصہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اور ایک حصہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے خاص ہے۔

۳۔ **شہادت:** تیسرا حصہ شہادت ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے لیے مشترک ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

اِس میں نصف حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور نصف حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔

۴۔ **صلوٰۃ:** چوتھا حصہ صلوٰۃ ہے جو خالصتاً رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

چنانچہ تشہد کے اَجزائے ترکیبی کا تناسب جو اللہ تعالیٰ کو مقبول ہے یہ ہے کہ عبادت کا اڑھائی حصہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے لیے خاص ہے جبکہ ڈیڑھ حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے لیے خاص ہے۔ اِس کے ساتھ جب دعا کو ملایا جائے تو ہماری نماز اور دعا قبول ہوتی ہے۔ تکمیلِ صلوٰۃ کے بعد خروج عن الصلوٰۃ کے لیے بھی سلام ہی کفایت کرتا ہے، اِس لیے کہ نماز کو عملِ سلام پر ہی ختم کیا جائے گا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ

اور یہ سلام حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ کی اُمت کے اَولیاء و صالحین، مومنین اور تمام اَفرادِ اُمت کے لیے ہے۔ گویا ہر طرف سلام ہی سلام ہے۔

اس بحث سے سلام کی اہمیت اور اس کے بارے میں تاکید کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم سلام سے کیسے گریز کر سکتے ہیں؟

(۳) صلوٰۃ کے بعد سلام بھیجنے کا حکمِ نبوی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو اَز راہِ ہدایت تلقین فرمائی ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں صلوٰۃ کے بعد آپ ﷺ پر سلام بھیجتے رہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے جدامجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وصلّوا عليّ وسلّموا حيثما كنتم، فَسَيُبْلُغُنِي سلامكم وصلاتكم۔ (۱)

’’اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہا کرو، تمہارے درود وسلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔‘‘

اِس حدیث شریف میں دو باتوں کی تلقین کی گئی ہے: ایک صلوٰۃ اور دوسرا سلام۔ لہٰذا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح اِرشاد ہے کہ ’’مجھ پر درود پڑھو اور سلام بھیجو‘‘ تو پھر ہم اِنہیں کیسے ایک تصور کر سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اپنے نام لیواؤں کو یہی تلقین فرمائی کہ مجھ پر صلوٰۃ اور سلام بھیجا کرو۔

۴۔ درود وسلام کی بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رسائی

اُمتی کا یہ نذرانہ بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مختلف طریقوں سے پہنچتا ہے جس کا ثبوت متعدد احادیث سے ملتا ہے۔ ذیل میں ہم اُن اَحادیث مبارکہ کو متعلقہ عنوانات

(۱) ۱۔ ابن اسحاق أزدی، فضل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۳۵، رقم: ۲۰
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۷، رقم: ۸۷۹۰
۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۲
۴۔ ابن کثیر کی ’تفسیر القرآن العظیم (۳: ۵۱۵)‘ میں بیان کردہ روایت میں فَسَيُبْلُغُنِي کی بجائے فَتبلُغُنِي کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔
۵۔ عسقلانی نے بھی ’’لسان المیزان (۲: ۱۰۶)‘‘ میں فَتَبلُغُنِي کا لفظ ذکر کیا ہے۔
۶۔ ہندی نے ’کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال (۱: ۴۹۸، رقم: ۲۱۹۹)‘‘ میں لکھا ہے کہ اِسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔

کے تحت بیان کر رہے ہیں:

(۱) درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں براہِ راست پہنچنا

یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اُمتی جہاں کہیں بھی ہوں اُن کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام بلاواسطہ خود بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں پہنچتا ہے۔ اس کے لیے احادیث میں تَبلُغنِی، فَتَبلُغنِي، يَبلُغنِي، فَسَيَبلُغنِي وغیرہ جیسے اَلفاظ وارد ہوئے ہیں، جو لغوی اعتبار سے معروف کے صیغے ہیں مجہول کے نہیں، اور اِن صیغوں کا فاعل خود صلاتکم اور سلامکم ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے ظاہر ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلّوا عليّ، فإنّ صلاتكم تَبلُغنِي حيث كنتم۔(۱)

''مجھ پر درود بھیجتے رہو، بے شک تمہاری طرف سے بھیجے گئے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں خواہ تم کہیں بھی ہو۔''

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲: ۱۷۶، رقم: ۲۰۴۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۷

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۲

۴۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۸۲، ۸۳، رقم: ۸۰۳۰

۵۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۲

۶۔ مقريزي، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۱: ۵۹، ۷۱

۷۔ ابن قيم، جلاء الأفهام في الصلاة والسلام على خير الأنام ﷺ: ۴۲، رقم: ۶۱

۸۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۵۱۴

۹۔ عسقلاني، فتح الباري، ۶: ۴۸۸

۲۔ حضرت علی بن حسین اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فإن تسليمكم يَبْلُغُنِي أين ما كنتم۔(۱)

’’پس تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارے سلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔‘‘

۳۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صلّوا عليّ وسلّموا، فإن صلاتكم وسلامكم يَبْلُغُنِي أين ما كنتم۔(۲)

’’مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود وسلام (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔‘‘

۴۔ سیدنا حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حيثما كنتم فصلّوا عليّ، فإن صلاتكم تَبْلُغُنِي۔(۳)

---

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۳۶۱، رقم: ۴۶۹
۲۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۲: ۴۹، رقم: ۴۲۸
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۴: ۳
۴۔ عسقلانی، لسان الميزان، ۲: ۱۰۶

(۲) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۱۳۱، رقم: ۶۷۶۱
۲۔ ابن قيم، جلاء الأفهام في الصّلاة والسّلام على خير الأنام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۴۲، رقم: ۶۰

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۳: ۸۲، رقم: ۲۷۲۹
۲۔ أحمد بن حنبل نے ’’المسند (۲: ۳۶۷)‘‘ میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہے۔

’’تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود مجھ تک پہنچتے ہیں۔‘‘

۵۔ سیدنا حسن بن حسین رضی اللہ عنہما ہی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

وصلّوا عليّ، فإن صلاتكم تَبلُغنِي حيثما كنتم۔ (۱)

’’اور مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔‘‘

(۲) درود وسلام براہِ راست حضور ﷺ سماعت کرتے ہیں

درود شریف وہ مقبول ترین اور پاکیزہ عمل ہے جس میں ربِ کائنات بھی اپنے

......۳۔ طبرانی نے ’’المعجم الأوسط (۱: ۲۳۸، رقم: ۳۶۷)‘‘ میں راوی کا نام حسین بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم لکھا ہے۔

۴۔ عبد الرزاق نے ’’المصنف (۳: ۵۷۷، رقم: ۶۷۲۶)‘‘ میں اسے ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۵۔ دولابی، الذرية الطاهرة: ۷۳، رقم: ۱۹۹

۶۔ منذری نے ’’الترغيب والترهيب من الحديث الشريف (۲: ۳۶۲)‘‘ میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے ’’المعجم الکبیر‘‘ میں حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۱۰: ۱۶۲

۸۔ ابن قیم، جلاء الأفهام فی الصّلاة والسّلام علی خير الأنام ﷺ: ۴۲، رقم: ۶۱

(۱) ۱۔ ابن إسحاق أزدی، فضل الصّلاة علی النبی ﷺ: ۴۵، رقم: ۳۰

۲۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۳

۳۔ عبد الرزاق نے ’المصنف (۳: ۱۷، رقم: ۴۸۳۹)‘ میں یہ روایت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ملائکہ اور بندوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب گرامی ﷺ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ اپنے اُمتیوں کا درود وسلام سُنتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أکثروا الصّلاة علیّ یوم الجمعة، فإنه یوم مشهود تشهده الملائکة، لیس من عبد یصلی علیّ إلا بلغنی صوته حیث کان۔

''جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک جمعہ کا دن یومِ مشہود ہے (کیوں کہ) اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کسی بھی جگہ پڑھے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! کیا آپ کی وفات کے بعد بھی ہم یہ عمل جاری رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

وبعد وفاتی، إن اللہ عزوجل حرّم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبیاء۔(۱)

''(ہاں) میری وفات کے بعد بھی (تم یہ عمل جاری رکھو)، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن قیم نے ''جلاء الأفهام فی الصّلاة والسّلام علی خیر الأنام ﷺ (ص: ۶۳، رقم: ۱۰۸)'' میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔
۲۔ ہیتمی، الدرّ المنضود فی الصّلاة والسّلام علی صاحب المقام المحمود ﷺ: ۱۵۵، ۱۵۶
۳۔ سخاوی نے ''القول البدیع فی الصّلاة علی الحبیب الشفیع (ص: ۱۵۸، ۱۵۹)'' میں کہا ہے کہ اِسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔
۴۔ نبهانی، حجّة اللہ علی العالمین فی معجزات سیّد المرسلین ﷺ: ۷۱۳

اِس حدیث مبارکہ میں بَلَغَنِی صَوتُہُ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی فرشتہ صلوٰۃ و سلام حضور ﷺ کی بارگاہ تک نہیں پہنچاتا بلکہ آپ ﷺ خود بلاواسطہ درود و سلام پڑھنے والے کی آواز سماعت فرماتے ہیں۔ اس میں دور و نزدیک کی قید ہے نہ کسی کا پہنچانا شرط ہے بلکہ خود حضور ﷺ کا سننا ثابت ہے۔ اَعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام (۱)

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو آپ ﷺ پر نزدیک سے درود بھیجتے ہیں، دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے، کیا یہ سب درود آپ ﷺ کو پیش کیے جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أسمع صلاۃ أھلِ محبتی و أعرفھم۔ (۲)

’’میں اہلِ محبت کا درود خود سنتا ہوں اور اُنہیں پہچانتا (بھی) ہوں۔‘‘

اِس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اہلِ محبت کا درود نہ صرف خود سُنتے ہیں بلکہ بھیجنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں، اگرچہ وہ دور کسی مقام پر اور بعد کے کسی زمانے میں ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱) احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، ۲: ۲۰۶

(۲) ۱۔ جزولی، دلائل الخیرات وشوارق الأنوار فی ذکر الصّلاۃ علی النّبی المختار ﷺ: ۱۸

۲۔ فاسی، مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات وشوارق الأنوار فی ذکر الصلاۃ علی النبی المختار ﷺ: ۸۱

(۳) حضور ﷺ سلام کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف اُمت کی طرف سے بھیجا جانے والا درود وسلام سُنتے ہیں بلکہ اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما من أحد يسلّم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي، حتى أردّ عليه السّلام۔(۱)

”جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما من مسلم سلّم عليّ في شرق ولا غرب، إلا أنا وملائكة ربّي نردّ عليه السّلام۔(۲)

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲: ۱۷۵، رقم: ۲۰۴۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۲۷

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۸۴، رقم: ۳۱۱۶

۴۔ بيہقي، السنن الكبرى، ۵: ۲۴۵

۵۔ بيہقي، شعب الإيمان، ۲: ۲۱۷، رقم: ۱۵۸۱

۶۔ منذري، الترغيب و الترهيب من الحديث الشريف، ۲: ۳۶۲، رقم: ۲۵۷۳

۷۔ ہيثمي، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۱۰: ۱۶۲

(۲) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۶: ۳۴۹

۲۔ مقريزي، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۱: ۵۹

''مشرق و مغرب میں جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں اور میرے رب کے فرشتے اُس کے (بھیجے ہوئے) سلام کا جواب دیتے ہیں۔''

(۴) ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنا

حضور نبی اکرم ﷺ کی شان ہے کہ خود بھی اپنے غلاموں کا درود و سلام سنتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے اَدباً حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں آپ ﷺ کی اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبیُ اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علیّ فی یوم الجمعة و لیلة الجمعة مائة مرة، قضی الله له مائة حاجة: سبعین من حوائج الآخرة وثلاثین من حوائج الدنیا، ثم یوکّل الله بذالک ملکًا یدخله فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا، یخبرنی من صلی علیّ باسمه و نسبه إلی عشیرته، فأثبته عندی فی صحیفة بیضاء۔(۱)

''جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات درود پڑھے اللہ اُس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی اور تیس دُنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک

۳۔ ابن قیم، جلاء الأفهام فی الصلاة والسلام علی خیر الأنام ﷺ: ۱۹، رقم: ۲۰

۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۵۶

(۱) ۱۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۱۱، رقم: ۳۰۳۵

۲۔ فیروز آبادی، الصلات والبشر فی الصلاة علی خیر البشر ﷺ: ۷۷

۳۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۵: ۲۱۹

۴۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ۷: ۳۷۲

۵۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۵۶

فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو (اُس کی طرف سے) میری قبر میں اِس طرح درود پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں ہدیے پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اُس آدمی کے نام و نسب کی اُس کے خاندان سمیت خبر دیتا ہے، پس میں اُسے اپنے پاس سفید صحیفے میں ثبت (ریکارڈ) کر لیتا ہوں۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن لله ملائكة سيّاحين فی الأرض، يبلّغونی من أمتی السلام۔(۱)

’’اللہ ﷻ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں، اور میری اُمت کی طرف سے جو سلام بھیجا جاتا ہے مجھے پہنچاتے ہیں۔‘‘

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أکثروا عليّ من الصلاة فی کل يوم جمعة، فإنّ صلاة أمّتی تُعرَض

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب السهو، باب السلام علی النبي، ۳: ۴۳، رقم: ۱۲۸۲

۲۔ نسائی، عمل اليوم و الليلة: ۱۶۷، رقم: ۶۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۷، ۴۴۱، ۴۵۲

۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۴۰۹، رقم: ۲۷۷۴

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۳: ۱۹۵، رقم: ۹۱۴

۶۔ بزار، البحر الزخار (المسند)، ۵: ۳۰۷، ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۴، ۱۹۲۵

۷۔ أبويعلی، المسند، ۹: ۱۳۷، رقم: ۵۲۱۳

۸۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲: ۲۱۵، رقم: ۳۱۱۶

ابن حبان کی بیان کردہ روایت کی اسناد امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور اس کے رِجال ثقہ ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ ابن قیم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

عليّ فی کلِّ يوم جمعة، فمن کان أکثرهم عليّ صلاة کان أقربهم منّی منزلة۔(۱)

''ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو، بے شک میری اُمت کا درود ہر جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ پس جس نے مجھ پر کثرت سے درود بھیجا وہ مرتبہ کے اِعتبار سے سب سے بڑھ کر میرے قریب ہوگا۔''

اِن اَحادیثِ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ دور و نزدیک ہر جگہ سے اپنے اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام سنتے ہیں۔ فرشتہ صرف اَز رُوئے اَدب آپ ﷺ کی بارگاہ میں اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود وسلام پہنچاتا ہے، ورنہ آپ ﷺ تک تمام اُمتیوں کے درود وسلام کی نہ صرف آواز پہنچتی ہے بلکہ آپ ﷺ جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اتنے واضح اَحکامات اور کثیر فضائل کے باوُجود بھی اگر کوئی صلاۃ وسلام پر اِعتراض کرے اور اِس کے لیے منعقدہ محافلِ میلاد پر طعن و تشنیع کرے تو اسے صرف بدبختی پر محمول کیا جائے گا۔ انہیں چاہیے کہ قرآن و

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۳: ۱۱۰، رقم: ۳۰۳۲

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۳: ۲۴۹، رقم: ۵۷۹۱

۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۸۱، رقم: ۲۵۰

۴۔ منذری، الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، ۲: ۳۲۸، رقم: ۲۵۸۳

۵۔ سبکی، شفاء السقام فی زيارة خير الأنام: ۱۳۶

۶۔ مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۱: ۶۶

۷۔ ابن قیم، جلاء الأفهام فی الصلاة والسلام علی خير الأنام ﷺ: ۴۰، رقم: ۵۶

۸۔ عظیم آبادی، عون المعبود علی سنن أبی داؤد، ۴: ۲۷۲

سنت کے دلائل کے روشنی میں حقائق کی معرفت حاصل کریں۔

ہم نے اِس باب میں درود وسلام کی فضیلت و اَہمیت بارے صرف چند احادیث بیان کی ہیں، ورنہ اِس موضوع پر احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، ائمہ نے اِس موضوع پر الگ کتب تالیف کی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب **البدر التمام فی الصلوٰۃ علیٰ صاحبِ الدُّنُوّ والمقام ﷺ** کا مطالعہ کریں۔

www.MinhajBooks.com

باب پنجم

قیام

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

محفلِ میلاد النبی ﷺ میں بہ حالتِ قیام حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر سلام عرض کرنا محبانِ مصطفیٰ ﷺ کا خاصہ ہے اور یہ نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اہلِ اسلام پر واجب تھی اور صحابہ کرام نہایت محتاط رہتے کہ آپ ﷺ کے ادب و احترام میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے، اسی طرح آج بھی آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اُمت پر واجب ہے۔ محفلِ میلاد یا محفلِ نعت کے دوران میں آپ ﷺ پر سلام پڑھتے وقت اِحتراماً کھڑے ہونا اسی ادب و تعظیم کا تسلسل ہے۔ جس محفل میں تعظیمِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر قیام کیا جائے اس پر یقیناً اَنوار و برکاتِ اِلٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے ادب و اِحترام میں قیام کرنے کو بھی باعثِ نزاع اَمر بنا دیا ہے اور اُن کے نزدیک یہ غیر شرعی اَمر ہے۔ ذیل میں ہم اِس حوالہ سے چند ضروری اُمور زیرِ بحث لائیں گے:

۱۔ کیا قیام صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خاص ہے؟

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قیام ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ ان کے نزدیک قیام عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ لہٰذا کسی اور کے لیے قیام شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی محفل میں قیام ناجائز ہے۔ یہ اِعتراض لغو اور بیہودہ ہے۔ اس لیے کہ اگر قیام عبادت کا حصہ ہے اور صرف خدا کے لیے ہے تو پھر قعود (بیٹھنا) اور لیٹنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا چاہیے کیوں کہ یہ بھی تو قرآن کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حصہ

ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔(۱)

”یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔“

اس آیہ کریمہ میں عبادت اور ذکرِ الٰہی کرنے کی تین حالتیں بیان ہوئی ہیں: اٹھنا، بیٹھنا اور لیٹنا۔ اگر قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو پھر بیٹھنا اور لیٹنا کس کے لیے ہے؟ آیت کی رُو سے بیٹھنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوگیا اور لیٹنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوگیا، اگر قیام کو شرک مان لیا جائے تو قعود اور لیٹنے کی حالتیں بھی شرک قرار پائیں گی کیوں کہ یہ بھی ذکرِ الٰہی اور عبادتِ الٰہی کا جزو ہیں، پھر باقی کیا بچا؟ اس طرح تو سارا نظامِ حیات درہم برہم ہوکر رہ جائے گا اور انسان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے اٹھنا، بیٹھنا اور لیٹنا سب شرک ہو جائے گا۔ لہٰذا اِن حرکات وسکنات کو صرف عبادت اور ذکرِ الٰہی کے لیے خاص کر دینا ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

عبادت اور تعظیم کے درمیان فرق کی مزید وضاحت درج ذیل ہے:

(۱) عبادت کی مختلف حالتیں فی نفسہٖ عبادت نہیں

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ حالتیں فی نفسہٖ عبادت ہیں نہ ان کا شرک سے کوئی تعلق ہے کیوں کہ عبادت میں اصل چیز نیت ہے اور نیت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

إنما الأعمال بالنيات۔(۲)

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحي، باب کیف کان بدء الوحي إلی رسول الله ﷺ، ۱: ۳، رقم: ۱

''اَعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔''

کوئی عمل نیت کے بغیر مقبول نہیں، لہٰذا دورانِ قیام ہاتھ باندھنے کا بھی عبادت سے کوئی تعلق نہیں جب تک کہ اس میں نیت کو شامل نہ کر لیا جائے۔ اَز رُوئے فقہ و شرع قیام کے فرائض و واجبات میں یہ شامل نہیں کہ قیام محض کھڑے ہونے کی حالت کو کہتے ہے۔ یہ ایک جداگانہ عمل ہے جس کا ہاتھ باندھنے یا نہ باندھنے سے کوئی تعلق نہیں۔ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی طریقوں میں وہ جس طرح بھی قیام کریں سب حالتیں فقہ کی رُو سے جائز ہیں۔ ایک کے نزدیک ہاتھ باندھنا اللہ کے لیے عبادت ہے اور دوسرے کے نزدیک ہاتھ کھلے چھوڑے رکھنا، بشرطیکہ اس میں نیت کا عنصر شامل ہو۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا قیام عملِ عبادت ہے اور تمہارا ''قیام برائے تعظیم'' شرک ہے، کیوں کہ تعظیم میں عبادت کی نیت ہی شامل نہیں تو وہ شرک کیوں کر ہوگا۔ کون سی حالت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور کون سی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، اس کے تعین کا دار و مدار نیت پر ہے، اگر قیام عبادت کی نیت سے کیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا شرک ہوگا، اگر تعظیم کے لیے ہو تو پھر شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عبادت اور تعظیم میں یہ فرق بہر حال ملحوظ رکھنا لازمی ہے کہ یہ حالت عبادت کے لیے ہے اور یہ تعظیم کے لیے۔ اِس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ عبادت کا تعلق نیت سے ہے قیام سے نہیں، قیام مطلق کھڑے ہونا ہے، اس کا ہاتھوں کے ساتھ تعلق نہیں، کھولے جائیں یا باندھے جائیں برابر ہے۔

(۲) قیام عبادت ہے تو نماز کی باقی حالتیں کیا ہیں؟

اگر ہم اَرکانِ نماز پر غور کریں تو نماز کی حالتوں میں قیام کے بعد رکوع و سجود، قومہ اور قعدہ اس کا حصہ ہیں۔ قیام نماز کا حصہ ہے تو قعود بھی نماز کا حصہ ہے، قیام عبادت ہے تو قعود (بیٹھنا) بھی عبادت ہے، قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو قعود بھی اُسی کے لیے

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارة، باب قوله إنما الأعمال بالنیة وأنه یدخل فیه الغزو وغیره من الأعمال، ۳: ۱۵۱۵، رقم: ۱۹۰۷

ہے۔ یہ سب حالتیں نماز کے فرائض و واجبات میں شامل ہیں اور قابل غور بات یہ ہے کہ تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر سلام بھیجنا بھی شامل کر دیا ہے اور اسے نماز کا جزوِ لاینفک بنا دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ حالتیں غیر خدا کے لیے شرک ہوتیں تو آپ نماز میں شرک کے مرتکب ہو رہے ہوتے مگر ایسا نہیں کیوں کہ یہ حالتِ قعود و قیام اللہ تعالیٰ کے لیے عبادتاً ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے تعظیماً ہیں، اگر دورانِ نماز حالتِ قعود میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام عبادتِ اِلٰہی شمار نہیں ہوا تو نماز سے باہر قیام کو عبادتِ الٰہی کیسے تصور کر لیا جائے؟

(۳) کس طرح کا قیام عبادت ہے؟

نماز میں دورانِ قیام ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جاتے ہیں، اگر کوئی نماز کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے ایسا کرے گا، جیسا کہ مغربی دنیا میں کسی کی خاطر ادب بجالانے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے، تو کچھ لوگ کہیں گے: اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْم، یہ عمل تو عبادت ہے لہٰذا شرک ہے۔ لیکن وہ فقہ مالکی اور جعفری کے لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو قیام کی حالت میں اپنے ہاتھ کھلے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان مذاہب میں ارسال الیدین یعنی ہاتھوں کو کھلا چھوڑ کر قیام کرنا ہی عبادت ہے۔ تو کیا ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ ان مذاہب میں اگر وہ نماز کے علاوہ کسی اور کے لیے ایسا کرتے ہیں تو شرک کے مرتکب ہوتے ہیں؟ بالکل نہیں، کیوں کہ ایسا کہنا فقدانِ علم کا نتیجہ ہوگا۔

۲۔ قیام اَز رُوئے سنت جائز ہے

گزشتہ بحث سے واضح ہوگیا ہے کہ قیام فی نفسہ عبادت نہیں، اِس کے عبادت قرار پانے کا دار و مدار نیت پر ہے۔ قیام ایک جائز عمل ہے خواہ وہ تعظیم کے لیے ہو یا نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا قیام ایک مسنون عمل ہے یا صرف جائز ہے؟ ذیل میں درج کی گئی تفصیلات میں اِس کا اِثبات براہِ راست اَحادیث سے کیا گیا ہے کہ قیام اَز رُوئے سنت جائز ہے:

۳۔ اَقسامِ قیام

اَحادیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ دوسروں کے لیے قیام کرنا سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور قیام کرنے کی مختلف وجوہ اور اَسباب ہیں۔ اِس مضمون کے پیشِ نظر متعدد اَحادیث کے بالاستیعاب مطالعہ سے قیام کی درج ذیل سات صورتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ قیامِ اِستقبال

۲۔ قیامِ محبت

۳۔ قیامِ فرحت

۴۔ قیامِ تعظیم

۵۔ قیامِ اِکرامِ اِنسانی

۶۔ قیامِ ذکر

۷۔ قیامِ سلام

یہ درجہ بندی اِس مضمون کی تفہیم کو زیادہ آسان اور باضابطہ بنانے کے لیے کی گئی ہے۔

(۱) قیامِ اِستقبال

کسی معزز و محترم شخصیت یا رہنمائے ملت کی آمد پر کھڑے ہوکر استقبال کرنا قیامِ استقبال کہلاتا ہے اور اس کے جواز کی اَصل سنتِ رسول ﷺ سے ماخوذ ہے۔

۱۔ غزوۂ اَحزاب کے موقع پر یہود کے قبیلہ بنو قریظہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عہد شکنی کی اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کی مدد کی۔ غزوہ کے بعد ان کو سزا دینے

کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان کے حسبِ منشا فیصلہ کے لیے ان کے حلیف قبیلہ اَوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

فأرسل النّبی ﷺ إلی سعد فأتی علی حمار، فلمّا دنی من المسجد قال للأنصار: قوموا إلی سیّدکم، أو خیرکم۔(۱)

''جب حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد کو بلا بھیجا، تو وہ دراز گوش پر سوار ہو کر آئے۔ پس جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اَنصار سے فرمایا: (اے قبیلے والو!) تم اپنے سردار یا اپنے سے بہتر کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ۔''

روایت کے الفاظ - خیر کم - اِس اَمر کے براہ راست مظہر ہیں کہ آپ ﷺ نے انہیں جس قیام کا حکم دیا وہ قیامِ استقبال تھا۔ اسے قیامِ تعظیم پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طبیعت ناساز تھی اور حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو نیچے اترنے میں مدد دیں؟ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کتنے لوگوں کو حکم دیا ہوگا؟ ایک دو یا تین کو۔ کسی کی ناسازئ طبع کے باعث اُسے بلانے کے لیے صرف ایک یا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب، ۴: ۱۵۱۱، رقم: ۳۸۹۵

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب قول النبي ﷺ: قوموا إلی سیدکم، ۵: ۲۳۱۰، رقم: ۵۹۰۷

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجهاد، باب جواز قتال من نقض العهد، ۳: ۱۳۸۸، رقم: ۱۷۶۸

۴۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ماجاء فی القیام، ۴: ۳۵۵، رقم: ۵۲۱۵

دو آدمیوں کا بھیجا جانا ہی کافی ہوتا ہے، جب کہ یہاں حدیث کے الفاظ ہیں: **قال للأنصار: قوموا إلی سیدکم** (حضور نبی اکرم ﷺ نے اَنصار سے فرمایا: (اے قبیلے والو!) تم اپنے سردار کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ)۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ لہٰذا یہ گمان کرنا کہ یہ قیام تعظیم اور اِستقبال کے لیے نہیں بلکہ ایک بیمار شخص کی اِعانت کے لیے تھا، متنِ حدیث کے خلاف ہے۔ یہ ارشاد تو اس معنیٰ میں ہے کہ سیادت کی وجہ سے ان کا استقبال کرو۔ اگر ان کو اتارنا مقصود ہوتا - جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے - تو ایک یا دو اَفراد کو مامور کر دیا جاتا، تمام لوگوں کو کھڑا ہونے کا حکم نہ دیا جاتا۔ حدیث کے آخری اَلفاظ - **أو خیرکم** - بھی قیامِ اِستقبال پر ہی دلالت کر رہے ہیں۔

امام ابو داؤد (۲۰۲۔۲۷۵ھ) نے یہ حدیث اپنی السنن میں ''**کتاب الأدب**'' کے باب ''**ما جاء فی القیام**'' کے تحت بیان کی ہے جس میں انہوں نے دوسرے لوگوں کے لیے کھڑے ہونے کے آداب پر اَحادیث بیان کی ہیں۔ لہٰذا یہ اِعتراض بالکل بے بنیاد ہے کیوں کہ اگر مذکورہ بالا قیام علالت کی بناء پر تھا تو محدثین اِس حدیث کو آدابِ قیام کے باب کے ذیل میں بیان نہ کرتے۔

(۲) قیامِ محبت

قیامِ محبت کے اِظہار کے لیے بھی ہوتا ہے، اسے **قیام فی المحبة** یا **قیام فی الحب** کہتے ہیں۔ والدین کا قیام اپنی اولاد کے لیے، استاد کا شاگرد کے لیے، شیخ کا اپنے خاص مرید کے لیے، یا کسی بڑے کا قیام چھوٹے کے لیے اس قسم کے ذیل میں آتا ہے۔ یہ قیام تین چار یا پانچ چھ سال کی عمر کے معصوم بچے کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ قیام کی یہ صورت خود سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہے۔ اِس حوالہ سے چند اَحادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأيت أحداً أشبه سمتاً ودلاً وهدياً برسول الله ﷺ فی قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ. وكانت إذا دخلت على النّبیّ ﷺ قام إليها فقبّلها وأجلسها فی مجلسه، وكان النّبیّ ﷺ إذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبّلته وأجلسته فی مجلسها۔ (۱)

’’میں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ کسی کو طور طریقہ، روش اور نیک خصلتی میں حضور نبی اکرم ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا، (حضرت فاطمہؓ ان امور میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھیں)۔ جس وقت وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اَقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ اُن کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، حضور ﷺ جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ ﷺ کے لیے اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، دستِ اَقدس کا بوسہ لیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔‘‘

اس حدیث میں سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا اِظہارِ محبت و تعظیم میں اپنے ابا جان حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کا اظہارِ محبت و فرحت میں اپنی لختِ جگر

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب المناقب، باب فضل فاطمة، ۶: ۱۷۵، رقم: ۳۸۷۲

۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الأدب، باب ما جاء فی القيام، ۴: ۳۵۵، رقم: ۵۲۱۷

۳۔ نسائی، السنن الكبریٰ، ۵: ۹۶، رقم: ۸۳۶۹

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۴۰۳، رقم: ۶۹۵۳

۵۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۱۷۴، رقم: ۴۷۵۳

۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸، رقم: ۶

کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ اس ایک حدیث میں قیام للفرحة والمحبة اور قیام للتعظیم دونوں کا ذکر موجود ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رأى النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم النساء والصبيان مقبلين. قال: حسبت أنه قال. من عرس، فقام النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممثلاً، فقال: اللّهم! أنتم من أحبّ الناس إليّ، قالها ثلاث مرار۔(۱)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''شادی سے آتے ہوئے (دیکھا)۔'' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: بخدا! تم (اَنصار) مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائے۔''

(۳) قیامِ فرحت

یہ قیام فرطِ مسرت کے اِظہار کے لیے ہے۔ اِنسان کو جب کسی کے آنے کی خوشی ہوتی ہے تو اس خوشی کا بے ساختہ اِظہار کھڑے ہو کر کرتا ہے۔ قیام کی اِس قسم کے

(۱) ۱۔بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للأنصار: أنتم أحبّ الناس إليّ، ۳: ۱۳۷۹، رقم: ۳۵۷۴

۲۔بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس، ۵: ۱۹۸۵، رقم: ۴۸۸۵

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل الأنصار، ۴: ۱۹۸۴، رقم: ۲۵۰۸

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۵، رقم: ۱۲۸۲۰

۵۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۹۸، رقم: ۳۲۳۵۰

حوالہ سے چند اَحادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ عون بن جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

لما قدم جعفر من هجرة الحبشة، تلقاه النّبيّ ﷺ، فعانقه وقبّل ما بين عينيه، وقال: ما أدري بأيّهما أنا أسرّ: بفتح خيبر أو بقدوم جعفر؟(۱)

’’جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہجرتِ حبشہ سے مدینہ آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے آگے بڑھ کر اُن سے معانقہ کیا، اُن کی پیشانی کو چوما اور فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں سے زیادہ خوشی مجھے کس بات پر ہوئی ہے: فتح خیبر پر یا جعفر کے آنے پر؟‘‘

۲۔ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے، ان کی اہلیہ نے اُنہیں واپس لانے میں بنیادی کردار ادا کیا اور اُن ہی کی ترغیب سے عکرمہ مسلمان ہوکر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

فلما بلغ باب رسول الله ﷺ، استبشر ووثب له رسول الله ﷺ قائماً على رجليه فرحاً بقدومه۔(۲)

’’پس جب وہ رسول اکرم ﷺ کے درِ اَقدس پر پہنچے تو آپ ﷺ نہایت خوش ہوئے اور ان کے آنے کی خوشی میں کھڑے ہوکر اُن کا استقبال کیا۔‘‘

آپ ﷺ کا یہ قیام قیام الفرحۃ تھا اس لیے کہ عکرمہ بن ابو جہل کا قبولِ

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲: ۱۰۸، رقم: ۱۴۷۰
۲۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۹۲، رقم: ۶۷۶۴

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۲۶۹، رقم: ۵۰۵۵
۲۔ بیہقی، المدخل إلى السنن الكبرى: ۳۹۸، رقم: ۷۱۰

اِسلام آپ ﷺ کے لیے اِنتہائی مسرت انگیز اور راحت افزاء تھا۔ آپ ﷺ ان کی آمد پر اس قدر خوش ہوئے کہ بے ساختہ اُن کے اِستقبال کے لیے کھڑے ہوگئے۔

۳۔ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دی۔ آپ ﷺ جان گئے کہ کون آیا ہے، لہٰذا آپ ﷺ اُسی وقت کھڑے ہوگئے۔ آپ ﷺ کا اس طرح کھڑے ہونا **قیام الفرحة** اور **قیام الإستقبال** کے ذیل میں تھا۔ محدثین نے یہ روایت اِسلامی آداب کے ذیل میں بیان کی ہے جو اِس طرح کے قیام کے جواز پر دلیل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ میری قیام گاہ میں تشریف فرما تھے۔ اُنہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا:

فقام إليه رسول الله ﷺ عرياناً يجر ثوبه، والله! ما رأيته عرياناً قبله ولا بعده فأعتنقه و قبّله۔(۱)

''رسول اکرم ﷺ اپنے کپڑے سنبھالتے ہوئے فوری اُن کے اِستقبال کے لیے کھڑے ہوگئے، اللہ کی قسم! میں نے اِس سے قبل اور بعد کبھی آپ ﷺ کو مکمل لباس کے بغیر (لباسِ اِستراحت میں) کسی سے ملتے نہ دیکھا۔ پس

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الاستئذان والآداب، باب ما جاء فی المعانقة والقبلة، ۴: ۴۵۰، رقم: ۲۷۳۲
۲۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۹۲، رقم: ۶۷۶۵
۳۔ زیلعی، نصب الرایة لأحادیث الهدایة، ۴: ۲۵۶
۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۵۲
۵۔ عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۲: ۶۰۱

آپ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کا بوسہ لیا۔''

آقا علیہ السلام فوری طور پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر صرف اِظہارِ محبت و فرحت کے طور پر ان کی پذیرائی کے لیے آگے بڑھے تھے۔ اِس طرح آپ ﷺ نے اُمت کو آداب سکھا دیئے کہ کسی پیارے کی آمد پر اس کا اِستقبال کس پر تپاک انداز سے کرنا چاہیے۔ پس چاہت اور خوشی کے عالم میں کسی کو چومنا قیامِ استقبال اور قیامِ فرحت کا اگلا قدم ہے۔

(۴) قیامِ تعظیم

یہ قیامِ تعظیم کے لیے ہے جس سے اِظہارِ اِحترام مقصود ہوتا ہے، جیسے اُمتی کا قیام نبی کے لیے، اولاد کا والدین کے لیے، مریدین کا شیخ کے لیے، شاگردوں کا استاد کے لیے اور چھوٹوں کا بڑوں کے لیے۔ یہ قیام کسی کی عزت و کرامت اور شرف و بزرگی کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے اور کسی کے تقدس و اِحترام کے پیشِ نظر بھی۔

قیامِ اِستقبال اور قیامِ تعظیم میں فرق

قیامِ اِستقبال کسی کی پذیرائی کے لیے ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ اِس کا محرک تعظیم کرنے کا داعیہ ہو۔ اس کی مثال بارات میں آئے ہوئے مہمانوں کی پذیرائی ہے جن میں سے اکثر کو آپ جانتے بھی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو ملنے والا کوئی نووارِد مہمان بھی ہوسکتا ہے جس کے اِستقبال کے لیے آپ محض رسماً کھڑے ہوجاتے ہیں جب کہ اس کے برعکس آپ اپنے استاد اور شیخ کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپ قرآن حکیم کے ذکر، حضور نبی اکرم ﷺ کے ذکر اور مشائخ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تعظیماً قیام کا معمول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے تھے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يجلس معنا في مسجد يحدّثنا، فإذا قام قمنا قيامًا حتى نراه قد دخل بعض بيوت أزواجه۔(۱)

’’رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف فرما ہوکر ہمارے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے، پھر جب قیام فرماتے تو ہم سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اَزواجِ مطہرات میں سے کسی کے گھر میں داخل ہوتا نہ دیکھ لیتے۔‘‘

اِس حدیث سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر جانے کے اِرادہ سے اپنی جائے نشست سے اٹھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قیام کرتے۔ حدیث کے الفاظ - فإذا قام قمنا قيامًا (پھر جب قیام فرماتے تو ہم سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے) - اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں کہ صحابہ کا قیام صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی خاطر ہوتا تھا اور وہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجروں میں سے کسی ایک میں داخل نہ ہو جاتے۔ یہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا، ایک یا دو دن کا معاملہ نہ تھا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تو مجلس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في الحلم وأخلاق النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۴: ۲۴۷، رقم: ۴۷۷۵

۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۴۶۷، رقم: ۸۹۳۰

۳۔ بيهقي، المدخل إلى السنن الكبرى: ۴۰۱، رقم: ۷۱۷

۴۔ عسقلاني، فتح الباري، ۱۱: ۵۲

رخصت ہو جانے کے بعد بھی جاری رہتی تھی۔ اِس میں یہ بات خارج از اِمکان نہیں کہ جب آپ ﷺ مجلسِ صحابہ سے اپنے حجرۂ مبارک کی طرف جا رہے ہوتے تو کوئی راستے میں آپ ﷺ سے سوال پوچھتا یا کسی کام کے بارے میں آپ ﷺ سے اِجازت یا ہدایات طلب کرتا اور اس طرح کچھ وقت راہ میں بھی صرف ہو جاتا۔ اس کا دار و مدار موقع و محل اور صورتِ حال کی نوعیت پر ہوتا کہ راستے میں آپ ﷺ کتنا توقف فرماتے۔ بہرحال اس دوران جتنا بھی وقت صرف ہوتا، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کو اپنے حجرۂ مبارک میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیتے۔ یہ سارا وقت صحابہ کرام مسلسل قیام کی حالت میں گزارتے، وہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو رخصت نہیں ہوتے تھے۔ ان کا یہ قیام صرف تعظیمِ رسول ﷺ میں ہوتا تھا۔

۲۔ سیدۂ کائنات فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے تعظیماً کھڑی ہوتیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وکان النّبيّ ﷺ إذا دخل علیھا قامت من مجلسھا فقبّلته وأجلسته في مجلسھا۔(۱)

’’حضور ﷺ جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ ﷺ کے لیے اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، دستِ اَقدس کا بوسہ

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل فاطمۃ، ۶: ۱۷۵، رقم: ۳۸۷۲

۲۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء في القیام، ۴: ۳۵۵، رقم: ۵۲۱۷

۳۔ نسائی، السنن الکبری، ۵: ۹۶، رقم: ۸۳۶۹

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۰۳، رقم: ۶۹۵۳

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۱۷۴، رقم: ۴۷۵۳

۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸، رقم: ۶

لیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔‘‘

۳۔ عمرو بن سائب بیان کرتے ہیں کہ اُنہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ

إن رسول الله ﷺ كان جالساً يوماً، فأقبل أبوه من الرضاعة، فوضع له بعض ثوبه فقعد عليه، ثم أقبلت أمه فوضع لها شق ثوبه من جانبه الآخر، فجلست عليه، ثم أقبل أخوه من الرّضاعة، فقام له رسول الله ﷺ فأجلسه بين يديه۔(۱)

’’ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والد ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھائی، پھر رضاعی والدہ آئیں تو آپ ﷺ نے چادر مبارک کی دوسری جانب ان کے لیے بچھا دی، پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ ﷺ نے قیام فرما ہو کر ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔‘‘

اِس حدیث شریف سے حضور نبی اکرم ﷺ کا رضاعی والدین کے لیے تعظیماً کھڑے ہونے کا اِثبات ہے۔

۴۔ حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أتى النّبيّ ﷺ فلما رآه، قام إليه وقبّل ما بين عينيه، ثم أقعده عن يمينه۔(۲)

(۱) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب الأدب، باب في برّ الوالدين، ۴: ۳۳۷، رقم: ۵۱۴۵
۲۔ قزويني، التدوين في أخبار قزوين، ۲: ۴۵۵
۳۔ عسقلاني، فتح الباري، ۱۱: ۵۲

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱۰: ۱۱۶، رقم: ۹۲۴۶
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۲۳۵، رقم: ۱۰۵۸۰

”بے شک حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی چوم کر اپنی دائیں طرف بٹھا لیا۔“

نماز اللہ کے لیے اور اِقامت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے

جمہور اہلِ اِسلام کا اِقامتِ نماز کے وقت مسنون اور مستحب طریقہ کے مطابق حي علی الصّلوٰۃ اور قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا معمول ہے، لیکن اس بات کو شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ اس کا آغاز کب اور کیسے ہوا اور کس نے کیا؟ اِقامت کے وقت یہ قیام فی الحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِکرام و تعظیم کے لیے تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ جب وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِقامتِ نماز کے لیے آتا دیکھتے تو اَدباً و اِحتراماً کھڑے ہوجاتے۔ اس طرح یہ قیام اقامت کے لیے نہیں بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِکرام کے لیے ہوتا تھا جس سے درحقیقت یہ اِطلاع دینا مقصود ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اِس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز اللہ کے لیے اور اِقامت ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہوتی تھی۔ یہ انتہائی اہم نکتہ ہے جس کی وضاحت درج ذیل ہے:

آج کے دور میں ہر نماز کا وقت گھنٹوں اور منٹوں کے حساب سے مقرر ہے۔ مقررہ وقت پر اذان کہی جاتی اور بعد ازاں مقررہ وقت پر اقامت کہہ کر نماز ادا کی جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب وقت کا موجودہ نظام متعارف نہیں ہوا تھا نماز کے لیے قیام کا طریقہ کار کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرض نمازوں کی اذان سننے کے بعد مسجد میں آ کر سنتیں ادا کرتے اور صف بہ صف بیٹھ کر نماز کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے منتظر رہتے۔ ان کے فرض نماز ادا کرنے کا وقت

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۹: ۲۷۵

۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۶۳

فقط آپ ﷺ کی مسجد میں تشریف آوری کا وقت ہوتا۔ ہر کوئی اس وقت تک بیٹھا رہتا جب تک آپ ﷺ تشریف نہ لاتے۔ جس وقت آپ ﷺ تشریف لاتے وہی نماز کا وقت ہوتا۔ فرض نمازوں کی ادئیگی کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اِسی فارمولا پر عمل کرتے تھے۔

مؤذنِ رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہنے کے بعد ایک جگہ اوٹ میں کھڑے ہوکر آقا علیہ السلام کے حجرۂ مبارک کی طرف نظریں مرکوز کیے رہتے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے گھر سے باہر تشریف آوری کے منتظر رہتے۔ ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی صفیں آراستہ کیے انتظار کی حالت میں ہوتے کہ کب آپ ﷺ امامت کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے حجرۂ مبارک سے باہر نکلنے سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک کونے میں گوش بر آواز رہتے اور حجرے کے دروازے کا پردہ سرکنے کی آواز سنتے ہی اگلی صف میں آ کر اللہ اکبر کی صدا بلند کرنے لگتے۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جان لیتے کہ آقا علیہ السلام اپنے حجرۂ مبارک سے مسجد میں تشریف لے آئے ہیں اور وہ اپنی اپنی صفوں میں سراپا ادب و تعظیم بنے کھڑے ہو جاتے۔ یہ قیامِ تعظیم تھا جو ایک شعار اور سنت بن گیا۔

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ إِذَا دَحَضَتْ فَلَا يُقِيمُ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ، فَإِذَا خَرَجَ أَقَامَ الصَّلَاةَ حِينَ يَرَاهُ۔(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصّلاة، باب متی یقوم الناس للصلاة، ۱: ۴۲۳، رقم: ۶۰۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصّلاة، باب ما جاء أن الإمام أحق بالإمامة، ۱: ۳۹۱، رقم: ۲۰۲

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب الصّلاة، باب فی المؤذن ینتظر الإمام، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۳۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۶، ۱۰۴

’’حضرت بلال رضی اللہ عنہ زوالِ آفتاب کے بعد (جب نماز کا وقت ہو جاتا تو) اذان کہتے اور اقامت اس وقت تک نہیں کہتے تھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے ہوئے نہ دیکھ لیتے، اور جونہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نماز کے لیے) تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو اقامت کہنے لگتے۔‘‘

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِقامت کے لیے نہیں بلاتے تھے کہ حضور! نماز کا وقت ہو گیا ہے، باہر تشریف لے آئیں۔ اِقامت سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کو اِطلاع دینا ہوتی تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے آئے ہیں، تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ! آج بھی اِقامت کے دوران میں کھڑے ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قیامِ اِستقبال و تعظیم کی سنت کی پیروی ہے۔

ایک قیام حضرت بلال رضی اللہ عنہ آغازِ اِقامت میں کرتے اور دوسرا صحابہ رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کرتے۔ قاضی عیاض (۴۷۶۔۵۴۴ھ) اِس حدیث کی شرح میں قیام کی یہی دو قسمیں زیر بحث لائے ہیں۔ اُنہوں نے دونوں کے درمیان تقابل کرتے ہوئے خلاصہ یوں بیان کیا ہے:

بأن بلالا رضی اللہ عنہ كان يراقب خروج رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حيث لا يراه غيره أو إلا القليل، فلأوّل خروجه أقام هو: ثم لا يقوم الناس حتى يظهر للناس ويروه، ثم لا يقوم مقامه حتى يعدّلوا صفوفهم۔ (۱)

’’حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا انتظار کرتے رہتے تھے جہاں انہیں کوئی اور نہ دیکھ سکتا یا چند لوگ دیکھ سکتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجرے سے باہر تشریف آوری کے ساتھ ہی حضرت بلال

.... ۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۲۲۱، رقم: ۱۹۱۲

۶۔ أبوعوانة، المسند، ۱: ۳۷۲، رقم: ۱۳۵۰

(۱) قاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، ۲: ۵۵۶، ۵۵۷

رضی اللہ عنہ اقامت کہتے اور لوگ اس وقت تک کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہوجاتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ نہ لیتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر کھڑے نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی صفوں کو سیدھا کر لیتے۔‘‘

قاضی عیاض مزید لکھتے ہیں:

وفيه أن القيام للصّلاة لا يلتزم بالإقامة أو قوله: قد قامت الصّلاة أو حيّ على الفلاح، على ما نذكره من اختلاف العلماء، وإنما يلزم بخروج الإمام۔(۱)

’’اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز کے لیے کھڑے ہونا اِقامت کے ساتھ خاص نہیں ہے یا یہ کہنا کہ یہ قد قامت الصلوة یا حی علی الفلاح کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ ہم نے اِس بارے میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے بلکہ یہ امام کے نماز کے لیے نکلنے کے ساتھ خاص ہے۔‘‘

امام بدر الدین عینی اس حوالے سے فرماتے ہیں:

وجه الجمع بينهما أن بلالاً كان يراقب خروج النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حيث لا يراه غيره أو إلا القليل، فعند أول خروجه يقيم ولا يقوم الناس حتى يروه، ثم لا يقوم مقامه حتى يعدّل الصفوف۔(۲)

’’میں کہتا ہوں کہ ان دو باتوں میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا اِنتظار کرتے تھے جہاں ان کو کوئی نہ دیکھ سکے یا چند لوگ دیکھ سکیں۔ پس آپ

(۱) قاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، ۲: ۵۵۶
(۲) عینی، عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ۵: ۱۵۴

ﷺ کے باہر تشریف آوری کے ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور لوگ اُس وقت تک (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہوتے جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھ نہ لیتے۔ پھر آپ ﷺ اپنے مصلّٰی پر اُس وقت تک کھڑے نہ ہوتے جب تک (صحابہ کی) صفیں نہ سیدھی کروا لیتے۔‘‘

یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک عاشقانہ خواہش کی تکمیل کا ذریعہ تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سب سے پہلے وہ زیارت کریں اور آپ ﷺ کے دیدار کرنے والے لوگوں میں ان کی آنکھیں سب سے پہلے جلوۂ یار پر مرکوز ہوں اور چہرۂ محبوب ﷺ کے تکنے والوں میں وہ سب سے بازی لے جائیں۔ اللہ أکبر کے کلمات گویا اعلان ہوتے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ اعلان سنتے ہی کھڑے ہو جاتے۔ ایسا بار بار تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا، کبھی ایسا ہوتا کہ حضور نبی اکرم ﷺ حجرۂ مبارک سے مسجد میں داخل ہونے کے بعد کسی کام کے باعث واپس چلے جاتے۔ جب متعدد بار ایسا ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ وہ اقامت کی اِبتدا میں نہ کھڑا ہوا کریں اور صرف اسی وقت کھڑے ہوں جب وہ مجھے جائے نماز پر کھڑا ہوتے دیکھیں۔ اس طرح یہ ارشادِ رسول ﷺ دوسرے حکم کی بنیاد بن گیا جس میں حي علی الصلوٰۃ اور قد قامت الصلوٰۃ کے کلمات کی ادائیگی کے وقت کھڑا ہونا مقصود تھا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَقُمْنَا فَعَدَّلْنَا الصُّفُوفَ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَتَی رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّی إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ۔(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصّلاۃ، باب متی یقوم الناس للصّلاۃ، ۱: ۴۲۲، رقم: ۶۰۵

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۸۳، رقم: ۹۱۹۲

۳۔ بیہقي، السنن الکبری، ۲: ۳۹۸، رقم: ۳۸۷۴

’’نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے کھڑے ہوکر صفیں برابر کرنی شروع کر دیں، حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے۔‘‘

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول بن گیا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر ہی کھڑے ہوتے تھے، قطع نظر اس سے کہ آپ ﷺ حجرے سے باہر آ رہے ہیں یا کہیں اور سے، ان کا کھڑا ہونا آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے ہوتا۔ یہ موقف درج ذیل احادیث سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے:

۳۔ ’’صحیح بخاری‘‘ اور ’’سنن ابی داؤد‘‘ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي۔[1]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب متی یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة، ۱: ۲۲۸، رقم: ۶۱۱

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة تقام ولم یأت الإمام ینتظرونه قعودا، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۳۹

۳۔ دارمي، السنن، کتاب الصّلاة، باب متی یقوم الناس إذا أقیمت الصلاة، ۱: ۳۲۲، رقم: ۱۲۶۲

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۰۴، ۳۰۷

۵۔ عبد الرزاق، المصنف، باب قیام الناس عند الإقامة، ۱: ۵۰۴، رقم: ۱۹۳۲

۶۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۳: ۱۴، رقم: ۱۵۲۶

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۵: ۲۰۰، رقم: ۲۲۲۲

۸۔ ابن ابي شیبة، المصنف، باب في القوم یقومون إذا أقیمت الصّلاة قبل أن یجئ الإمام، ۱: ۳۵۶

۹۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۲۴۴، رقم: ۸۵۲۷

۱۰۔ طبراني، المعجم الصغیر، ۱: ۴۹، رقم: ۴۴

”جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو (صرف میری آمد پر کھڑے ہوا کرو)۔“

۴۔ ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔(۱)

”جب نماز کی اقامت (تکبیر) ہو تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔“

امام مسلم نے اِس حدیث کے بعد مزید لکھا ہے: ابن حاتم نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ ”جب نماز کے لیے اقامت یا اذان ہو۔“

۵۔ ”جامع ترمذی“ اور ”سنن نسائی“ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي خَرَجْتُ۔(۲)

.......۱۱۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، باب متى يقوم المأموم، ۲: ۲۰، رقم: ۲۱۱۹

۱۲۔ بيهقي، السنن الصغرىٰ، ۱: ۳۱۱، رقم: ۵۲۷

۱۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹

۱۴۔ ابو عوانه، المسند، ۱: ۳۶۹، رقم: ۱۳۳۵

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصّلاة، باب متى يقوم النّاس للصّلاة، ۱: ۴۲۲، رقم: ۶۰۴

(۲) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب الصّلاة، باب كراهية أن ينتظر الناس الإمام وهم قيام عند افتتاح الصّلاة، ۲: ۲۸۷، رقم: ۵۹۲

۲۔ نسائي، السنن، كتاب الاذان، باب إقامة المؤذن عند خروج الإمام، ۲: ۳۱، رقم: ۶۸۷

۳۔ ابو عوانه، المسند، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۳۳۷

''جب نماز کی اقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نکلتا ہوا نہ دیکھو۔''

یہ حدیث ''صحیح بخاری''، ''صحیح مسلم'' اور ''جامع ترمذی'' کی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اِقامتِ صلوٰۃ کے حوالہ سے اُمت کو دوسرا حکم دیا۔ اس حکم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سابقہ معمول تبدیل کر دیا جس کی رُو سے ائمہ حدیث کے مطابق وہ تکبیر کی صدا سن کر کھڑے ہوتے تھے۔

مذکورہ بالا سطور میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ تینوں احادیث کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اِمام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ) اِس حدیث کو کتاب الأذان کے باب متی یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة (لوگ اِقامت کے وقت جب امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں)؟، امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ) کتاب المساجد ومواضع الصّلاة کے باب متی یقوم الناس للصلاة (لوگ نماز کے لیے کب کھڑے ہوں)؟ اور امام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ) اسے کتاب الصّلاة کے باب کراهية أن ينتظر الناس الإمام وهم قيام عند إفتتاح الصّلاة (آغازِ نماز کے وقت لوگوں کا کھڑے ہو کر امام کے اِنتظار کرنے کی ناپسندیدگی) کے تحت لائے ہیں۔ اِن اَبواب میں موضوع کی تشریح وتوضیح کے لیے اَئمہ کرام جو احادیث لائے ہیں وہ قیام ہی کے حوالے سے ہیں۔ اس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مقتدی حضرات نماز کے لیے اِمام کی موجودگی یا غیرموجودگی میں کب کھڑے ہوں؟ اُنہوں نے تصریح کر دی ہے کہ دورانِ اِقامت وقتِ قیام کا اِنحصار امام کو دیکھنے پر ہے اور اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امام، اِمام الانبیاء حضور نبی اکرم ﷺ تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا حکم یہ تھا کہ ''جب اِقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔'' حدیث کے یہ الفاظ غور طلب ہیں۔ اگر ادب کرانا ملحوظ نہ ہوتا تو آپ ﷺ لوگوں کو اقامت کی تکبیر کے ساتھ ہی کھڑے ہونے کا حکم دے دیتے جب کہ اس کے برعکس انہیں کہا گیا کہ جب تم دیکھ لو کہ میں امامت کے

لیے آ گیا ہوں تو بلا تاخیر میرے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ث کا قیام رسول اکرم ﷺ کے لیے تھا نہ کہ نماز کے لیے اور یہ قیامِ استقبال اور قیامِ تعظیم تھا۔

۶۔ یہی روایت امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ) نے دوسرے طریق سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ۔(۱)

''جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو اور تم اپنے اوپر سکون کو لازم رکھو (یعنی نماز کے قیام میں عجلت سے کام نہ لو)۔''

اِس حدیث سے واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم تھا کہ جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو نہ دیکھ لیں دورانِ اِقامت کھڑے نہ ہوں۔ اس حکم سے یہ ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ پر نماز کا قیام تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جب کہ اقامت پر قیام حضور نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے۔ اللہ رب العزت نے نماز اپنے لیے اور اقامت اپنے محبوب ﷺ کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ لہٰذا آغازِ نماز میں پہلا قیامِ اِقامت حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے جب کہ دوسرا قیام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہے۔

۷۔ ''صحیح مسلم'' میں ہے کہ اسحاق نے اپنی روایت میں معمر اور شیبان سے حدیث بیان کرتے ہوئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الأذان، باب: لا يسعى إلى الصّلاة مستعجلاً وليَقُم بالسّكينة والوقار، ۱: ۲۲۸، رقم: ۶۱۲

۲۔ بخاري، کتاب الجمعة، باب المشي إلى الجمعة، ۱: ۳۰۸، رقم: ۸۶۷،

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۵: ۵۱، رقم: ۱۷۵۵

۴۔ وأبو نعيم الأصبهاني، المسند المستخرج على الصحيح الإمام مسلم، ۲: ۲۰۰، رقم: ۱۳۴۰

حَتّٰی تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ۔(۱)

’’یہاں تک کہ تم دیکھ لو کہ میں (نماز کے لئے) باہر آ چکا ہوں۔‘‘

۸۔ لوگ ’’صحیح مسلم‘‘ کا مطالعہ تو کرتے ہیں لیکن وہ اس نکتہ کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے جو امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ) نے درجِ ذیل حدیث میں بیان کیا ہے۔ ’’صحیح مسلم‘‘ کی درج ذیل حدیث کے منتخب الفاظ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے بالخصوص متذکرہ بالا نکتہ اَلم نشرح ہو جاتا ہے۔ یہ اہم حدیث جسے ہم حدیثِ عشق بھی کہہ سکتے ہیں اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَدب و توقیر کی تعلیم مضمر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

’’بے شک اِقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے کہی جاتی تھی۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں کہ ہماری اِقامتِ نماز صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے لیے ہوتی تھی۔ اس کی توجیہ انہوں نے یہ بیان کی ہے:

فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَصَافَّهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَقَامَهُ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب متى يقوم النّاس للصّلاة، ۱: ۴۲۲، الرقم: ۶۰۴

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الصّلاة، باب في الصّلاة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعودا، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۴۰

۴۔ أبو عوانة، المسند، ۲: ۲۸

۵۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹

۶۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۲: ۲۰، رقم: ۲۱۲۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصّلاة، باب متى يقوم الناس للصلاة، ۱: ۴۲۳، رقم: ۶۰۵

۲۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۳۷۱، رقم: ۱۳۴۵

’’پس لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کے مصلّٰی پر تشریف لانے سے پہلے ہی اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے تھے۔‘‘

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ ﷺ۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی تو آپ ﷺ کے مصلّٰی پر تشریف لانے سے پہلے ہی لوگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے تھے۔‘‘

مذکورہ بالا مضمون پر مشتمل چند مزید احادیث درج ذیل ہیں:

۱۰۔ ’’سنن نسائی‘‘ کی ایک روایت میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔(۲)

’’جب جماعت کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اُس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔‘‘

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب الصّلاة، باب في الصّلاة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۴۱

(۲) ۱۔ نسائي، كتاب الصّلاة، باب قيام الناس إذا رأوا الإمام، ۲: ۸۱، رقم: ۷۹۰

۲۔ دارمي، السنن، كتاب الصّلاة، باب متى يقوم الناس إذا أقيمت الصلاة، ۱: ۳۲۲، رقم: ۱۲۶۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۹۶، ۳۰۳، رقم: ۲۲۵۸۶

۱۱۔ ’’صحیح ابن حبان‘‘ کی ایک روایت میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ إِلَيْكُمْ۔(۱)

’’جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ میں تمہاری طرف نکل آیا ہوں۔‘‘

۱۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔(۲)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔‘‘

۱۳۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔(۳)

’’جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اُس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۵: ۶۰۱، رقم: ۲۲۲۳
۲۔ ابو عوانة، المسند، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۳۳۸
۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۵۰، رقم: ۹۳۸۷
۲۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۳۷۵، رقم: ۱۲۸۵

(۳) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۱۶۱، رقم: ۱۵۸۰
۲۔ أبو يعلى، المعجم، ۱: ۱۸۱، رقم: ۲۰۷
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۲: ۷۵
امام ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔‘‘

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز کی اِقامت اس لیے کہی جاتی تھی تاکہ لوگوں کو مطلع کیا جائے کہ وہ آپ ﷺ کی مصلیٰ پر آمد سے پیشتر ہی اپنی صفیں باندھ لیں اور اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ لوگ نماز کے لیے صفیں بنا لیتے بلکہ یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ کی امامت کے لیے تشریف لانے اور مصلیٰ کو زینت بخشنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کے اِستقبال و پذیرائی کے لیے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قیام قیامِ اِستقبال اور قیامِ تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ تھا، قیامِ نماز کے لیے نہ تھا۔

(۵) قیامِ اِکرامِ اِنسانی

میت کا اِحترام اِکرام للاِنسان کے زمرے میں آتا ہے جو کہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ سے ثابت ہے۔ اس حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جنازے کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے خواہ وہ کسی غیر مسلم کا بھی ہوتا اور آپ ﷺ کا یہ قیام جسد اِنسانی کے اکرام کی وجہ سے ہوتا۔

۱۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إذا رأیتم الجنازة فقوموا حتی تخلفکم۔(۱)

’’جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اِحتراماً کھڑے ہو جایا کرو یہاں تک کہ وہ تمہارے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة، ۱: ۴۴۰، رقم: ۱۲۴۵

۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۱: ۶۲۵، رقم: ۲۰۴۲

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۷: ۳۲۳، رقم: ۳۰۵۱

۴۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۲۵، رقم: ۶۶۶۰

پاس سے گزر جائے۔‘‘

۲۔ دوسری روایت حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا رأيتم الجنازة فقوموا لها، حتى تخلفكم أو توضع۔(۱)

’’جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اِحتراماً کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ تمہارے پاس سے گزر جائے یا کندھوں سے رکھ دیا جائے۔‘‘

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکمِ قیام جسدِ انسانی کے احترام میں ہے۔

۳۔ اِسی اِکرامِ انسانی کے باب میں امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ) نے الصحیح کی کتاب الجنائز میں باب من قام لجنازة يهودي قائم کیا ہے جو ایک یہودی کے جنازے سے متعلق ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مرّت بنا جنازة، فقام لها النّبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقمنا له.

’’ایک جنازہ ہمارے سامنے سے گزرا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہوگئے اور ہم سب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۲: ۶۵۹، رقم: ۹۵۸
۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی القيام للجنازة، ۳: ۳۶۰، رقم: ۱۰۴۲
۳۔ أبوداود، السنن، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۳: ۲۰۳، رقم: ۳۱۷۲
۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی القيام للجنازة، ۱: ۴۹۲، رقم: ۱۵۴۲
۵۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۴۰۴، رقم: ۵۵۳۷

یہاں صحابہ کا مقامِ ادب ملاحظہ کریں کہ وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے نہیں رہے بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو کھڑا ہوتے دیکھ کر فی الفور کھڑے ہو گئے لیکن انہوں نے اپنے دل کی بات بتا دی۔ اُنہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! إنها جنازة یهودي؟

’’یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی بات سن لی اور فرمایا:

إذا رأیتم الجنازة فقوموا۔(۱)

’’جب تم جنازہ دیکھو تو (اِحتراماً) کھڑے ہوا کرو۔‘‘

قطع نظر اس بات کے کہ یہودی ہے یا مسلمان جب کوئی جنازہ دیکھیں تو اس کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے اور یہ قیام انسان کے مردہ جسم کا اِحترام ہے۔ جہاں تک انسان ہونے کا تعلق ہے یہودی اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں، دونوں اِنسان ہیں اور اِحترامِ آدمیت کے اعتبار سے دونوں کا مردہ جسم اِکرام کا مستحق ہے۔

امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ)،(۲) امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ)،(۳) امام احمد بن

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة یهودي، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۲۴۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۵۴

۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب الجنازة تمر بالقوم أیقومون لها أم لا، ۲: ۱۴، رقم: ۲۷۱۷

۴۔ بیهقی، السنن الکبری، ۴: ۲۶

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة یهودی، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۲۵۰

(۳) مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة، ۲: ۶۶۱، رقم: ۹۶۱

حنبل (۱۶۴۔۲۴۱ھ)،[1] امام نسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ)[2] اور امام طحاوی (۲۲۹۔۳۲۱ھ)[3] اسی ضمن میں مزید احادیث لائے ہیں۔

اِن اَحادیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے اُمت کو تعلیم دی ہے کہ لوگ جنازے کے اِکرام کے لیے کھڑے ہو جایا کریں۔ پس وہ لوگ جو قیام کے مطلقاً قائل نہیں اُنہیں سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے کوئی ربط نہیں کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آقا علیہ السلام نے نماز کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر قیام فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے اس حد تک اَخلاقیات کا درس دیا کہ کسی انسان کا جنازہ دیکھ کر۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم۔ ہمیشہ کھڑے ہونے کا حکم فرمایا۔ یہ قیام اِکرامِ جسدِ انسانی یعنی آدمیت کے احترام کے لیے قیام کرنا تعلیماتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

اگر کسی جنازے یا مردہ لاش کا احترام کرنا اس کا استحقاق ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت اسے دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیتی ہے تو پھر میلاد پر آقائے دو جہاں ﷺ پر سلام بھیجنے کے لیے کھڑا ہونا اور نعت کی شکل میں گلہائے عقیدت پیش کرنا اور آپ ﷺ سے محبت کے اظہار کے لیے خوشی منانا اور ماہِ میلاد کے استقبال کے لیے خصوصی تقریب کا اہتمام اور قیام کیوں کر غیر شرعی فعل ہو سکتا ہے؟

(۶) قیامِ ذکر

قیام کی صورتوں میں سے ایک قیامِ ذکر ہے۔ اِس سے مراد کسی بھی دینی، تبلیغی یا

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶

(۲) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب القیام لجنازة أهل شرك، ۴: ۴۵، رقم: ۱۹۲۱

۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۱: ۶۲۶، رقم: ۲۰۴۸

(۳) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب الجنازة تمرّ بالقوم أیقومون لها أم لا، ۲: ۱۳، رقم: ۲۷۱۴

روحانی و تربیتی مقصد کے لیے کھڑا ہونا ہے جیسے درس و تدریس کے لیے معلم کا کھڑا ہونا، خطبہ کے لیے عالم کا کھڑا ہونا اور قاری کا تلاوت قرآن کے لیے کھڑا ہونا۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔[۱]

’’یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔‘‘

سلام محبوبِ خدا ﷺ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے[۲] جیسا کہ محبوب ﷺ کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت،[۳] محبوب ﷺ کی معصیت کو اپنی معصیت،[۴] محبوب ﷺ کی رضا کو اپنی رضا،[۵] محبوب ﷺ کی ادا کو اپنی ادا،[۶] محبوب ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا[۷] اور محبوب ﷺ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔[۸]

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۲) ۱۔ الانشراح، ۹۴: ۴

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۸: ۱۷۵، رقم: ۳۳۸۲

(۳) النساء، ۴: ۸۰

(۴) ۱۔ النساء، ۴: ۱۴

۲۔ الأحزاب، ۳۳: ۳۶

۳۔ الجن، ۷۲: ۲۳

(۵) التوبة، ۹: ۶۲

(۶) الأنفال، ۸: ۱۷

(۷) الأحزاب، ۳۳: ۵۷

(۸) النساء، ۴: ۱۴

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ذکرِ خدا ہے

خالقِ کائنات نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلقِ عظیم، عجز و اِنکسار اور مقامِ عبدیت میں درجۂ کمال پر پہنچنے کے باعث آپ ﷺ کے ذکر کو دنیا کی ہر چیز پر بلندی و رفعت کا موردِ ٹھہرایا۔ اِرشاد فرمایا:

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ○[1]

''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذِکر (اپنے ذِکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند کر دیا○''

اِس اِرشادِ خداوندی کی تفسیر ایک حدیث مبارکہ کے مضمون سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رسول اللہ ﷺ قال: أتانی جبریل، فقال: إن ربّی وربّکَ یقولُ لک: کیف رفعتُ ذکرکَ؟ قال: اللہ أعلمُ. قال: إذا ذُکِرتُ ذُکِرتَ معی۔[2]

(۱) الانشراح، ۹۴: ۴

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۷۵، رقم: ۳۳۸۲

۲۔ أبو یعلی، المسند، ۲: ۵۲۲، رقم: ۱۳۸۰

۳۔ خلال نے ''السنۃ (۱: ۲۶۲، رقم: ۳۱۸)'' میں اِس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴: ۴۰۵، رقم: ۷۱۷۶

۵۔ ہیثمی، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان: ۴۳۹، رقم: ۱۷۷۲

۶۔ ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۱۰: ۳۴۴۵، رقم: ۱۹۳۹۳

۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۷۱۲

۸۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۵۲۴

۹۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۸: ۵۴۹

”رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے کہا: بے شک آپ کا اور میرا رب آپ سے اِستفسار فرماتا ہے: میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے حبیب!) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔“

اِس حدیثِ قدسی کی رُو سے ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول ﷺ ایک ساتھ کرنا ضروری ہے۔ حبیبِ خدا ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے الگ نہ کیا جائے۔ بصورتِ دیگر وہ عمل بارگاہِ صمدیت میں شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکے گا۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے، اِس لیے یہ دونوں ذکر ایک ساتھ ایک ہی حالت میں کرنا جائز ہے۔ ذکرِ خدا بہ حالتِ قیام جائز ہے تو ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بہ صورتِ درود و سلام بھی جائز ہے۔

(۷) قیامِ صلوٰۃ وسلام

قیام کی متعدد صورتوں میں سے ایک قیامِ سلام ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر صلوٰۃ و سلام اَدب و تعظیم سے سرشار کیفیت میں کھڑے ہو کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ قیام متعدد درجاتِ قیام کا مجموعہ ہے، مثلاً قیامِ محبت، قیامِ فرحت، قیامِ تعظیم، قیامِ ذکر اور قیامِ صلوۃ و سلام۔ جب ہم محفلِ میلاد میں قیامِ سلام کو لیتے ہیں جس میں آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں سلام پڑھا جاتا ہے تو پھر قیام اور عدمِ قیام کی تمیز پر مبنی ساری بحث محض سعی لاحاصل ہے۔ اس کا میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ قیام قیامِ استقبال ہے ہی نہیں۔ اس لیے ہم سرے سے اس بحث ہی کو لغو سمجھتے ہیں کہ استقبال کے لیے قیام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ درحقیقت یہ قیامِ تعظیم ہوتا ہے بلکہ اس پر مستزاد قیامِ فرحت اور قیامِ محبت اس کا محرک ہے۔ قیام کی یہ تمام صورتیں بلاخوفِ تردید حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت پر مبنی ہیں اور اس پر کسی قسم کی اختلاف رائے یا تکرار کرنے کا کوئی محل نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں ادب و نیاز سے کھڑے ہو کر سلام پیش کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سفرِ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مررتُ علٰی موسٰی وهو يُصلّی فی قبره.(۱)

''میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں مصروفِ صلاۃ تھے۔''

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری سند سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مررتُ علٰی موسیٰ ليلة أسری بی عند الكثيب الأحمر، وهو قائم يصلّی فی قبره.(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسی علیہ السلام، ۴: ۱۸۴۵، رقم: ۲۳۷۵
۲۔ نسائی، السنن، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسی علیہ السلام، ۳: ۱۵۱، رقم: ۱۶۳۲
۳۔ نسائی، السنن الکبری، ۱: ۴۱۹، رقم: ۱۳۲۹
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۰
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۴۱، رقم: ۴۹
۶۔ أبو یعلی، المسند، ۷: ۱۲۷، رقم: ۴۰۸۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسی علیہ السلام، ۴: ۱۸۴۵، رقم: ۲۳۷۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۸
۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ، ۲: ۳۸۷

''میں معراج کی رات سرخ ٹیلہ کے مقام پر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو (میں نے دیکھا کہ) وہ اپنی قبر میں مصروفِ صلاۃ تھے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج رہے تھے، اس کی وضاحت لفظ صلوٰۃ کی ذیل میں دی گئی بحث سے ہو جائے گی:

(ا) صلوٰۃ کا معنی - درود و سلام

عام طور پر کتابوں میں ان احادیث مبارکہ کا یہ ترجمہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سفرِ معراج کے اس مرحلہ میں مترجمین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے:

هو قائم يصلّي في قبره.

''(موسیٰ علیہ السلام) اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے یا وہ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو رہے تھے۔''

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالتِ قیام میں صلوٰۃ ادا کرنے سے راقم نے صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا جو نتیجہ اَخذ و مستنبط کیا ہے وہ حدیث سے متعارض نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمیت دیگر تمام انبیاء بیت المقدس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے استقبال کے لیے

.... ۴۔ سبکی، شفاء السقام في زيارة خير الأنام: ۱۳۷

۵۔ مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۸: ۲۵۰

۶۔ مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۰: ۳۰۴

۷۔ سیوطی، الحاوي للفتاوي: ۲۶۸

۸۔ سخاوی، القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ: ۱۶۸

جمع تھے۔ تمام انبیاء علیھم السلام کو بھی اس بات کا علم تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا اس رات سفرِ معراج شروع ہو چکا ہے اور آپ ﷺ وہاں ان کی امامت فرمائیں گے اور یہ امامت لیلۃ المعراج کے اگلے مرحلے پر روانہ ہونے سے پہلے ہوگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمانوں پر بھی ملاقات ہونا تھی اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام مقامِ قدس پر حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے والے بھی تھے۔ پھر یہ کہ حضور ﷺ کا سفر کسی دنیاوی سواری پر نہیں بلکہ بُرّاق پر تھا جس کی رفتار کا اِنسانی عقل اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔ وہ بُرّاق آن واحد میں اتنی مسافت طے کر لیتا تھا جو روشنی کی رفتار سے بھی کئی گنا زیادہ تھی۔ یہ سب جانتے ہوئے کیوں کر ممکن تھا کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو وہ محض نمازِ نفل ادا کر رہے ہوں، اگر کوئی فرض نماز ہوتی تو یہ بات قرین فہم ہوتی لیکن وصال کے بعد کوئی فرض نماز نہیں ہوتی جو قبر میں ادا کی جائے۔ دنیاوی زندگی گزارنے کے بعد برزخی زندگی میں کوئی فرائض و واجبات نہیں رہتے اور انبیاء کرام علیھم السلام اور اولیاء عظام قبور میں جو اعمال بجا لاتے ہیں ان کی حیثیت نفلی عبادت کی ہوتی ہے جو ایک اضافی معاملہ ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ مسجدِ حرام سے سفرِ معراج پر روانہ ہو رہے ہیں اور ان کا گزر اس طرف سے ہوگا۔ اس لیے یہ بات قابل فہم نہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ سفرِ معراج کے مرحلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر رہے ہوں اور وہ اس وقت نفل نماز ادا کرنے میں مصروف ہوں۔ چنانچہ مذکورہ بالا احادیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور ﷺ پر درود وسلام بھیج رہے تھے۔ یہ مفہوم متنِ حدیث کے خلاف نہیں کیوں کہ تمام انبیاء جانتے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بیت المقدس میں امامت فرمانی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں بحیثیت مقتدی شریکِ نماز ہونا تھا اس لیے اس وقت یہاں قبر میں نماز پڑھنے کا معاملہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

(ب) صلٰوۃ کے لغوی معانی

وھو قائم یصلی فی قبرہ کے صحیح مفہوم کی روشنی میں لفظ صلٰوۃ کا معنی نماز نہیں بلکہ درود وسلام پڑھنا ہے کیونکہ صلٰوۃ کا لفظ صرف نماز کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ رحمت بھیجنا، تعریف کرنا اور درود وسلام پڑھنا جیسے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام مرتضٰی الزبیدی صلٰوۃ کا معنی لکھتے ہیں:

وقال ابن الأعرابی: الصلاۃ من اللہ الرحمۃ، ومنہ ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ﴾ (۱) أی یرحم۔ (۲)

’’ابن اعرابی کہتے ہیں: اللہ کی طرف سے صلاۃ کا معنی ’’رحمت ہے۔‘‘ یہی اس آیت کا معنی ہے: ﴿وہی ہے جو تم پر صلاۃ بھیجتا ہے﴾ یعنی جو تم پر رحمت بھیجتا ہے۔‘‘

ابن منظور (۶۳۰۔۷۱۱ھ) اِرشادِ باری تعالیٰ - اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ (۳) - کے تحت لکھتے ہیں:

فمعنی الصلوات ھھنا الثناء علیھم من اللہ تعالیٰ۔ (۴)

’’یہاں صلوات سے مراد ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعریف کا ہونا ہے۔‘‘

(ج) لغوی معانی کا اِطلاق

لفظِ صلوۃ کے انہی معانی کا اطلاق درج ذیل آیات کریمہ اور حدیث مبارکہ میں کیا گیا ہے:

www.MinhajBooks.com

---

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۴۳

(۲) زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ۱۹: ۶۰۷

(۳) البقرۃ، ۲: ۱۵۷

(۴) ابن منظور، لسان العرب، ۱۴: ۴۶۵

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (۱)

''بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو○''

۲۔ دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (۲)

''وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔''

۳۔ حدیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ کثرت کے ساتھ درود کے معنیٰ میں آیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی عليّ صلاة، صلی اللہ عليه بها عشراً و كتب له بها عشر حسنات۔ (۳)

''جس نے مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا۔''

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

(۲) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۴۳

(۳) ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبي ﷺ، ۲: ۳۵۴، رقم: ۴۸۴

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا اَحادیث مبارکہ میں صلوٰۃ کا مفہوم حضور رسالت مآب ﷺ پر رحمت اور سلام بھیجنا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور نبی اکرم ﷺ کا استقبال آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ہوئے کر رہے تھے۔

امام شعرانی (۸۹۸۔۹۷۳ھ) **الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الأکابر** میں شبِ معراج کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''جب صاحبِ معراج ﷺ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے اپنی سواری براق کو چھوڑ کر رفرف پر اس مرحلہ تک عروج کر گئے جو ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ مقامِ دَنٰی فَتَدَلّٰی پر اللہ رب العزت کے حضور باریابی سے مشرف ہوئے تو اس جگہ جہاں محبّ و محبوب کے سوا اور کوئی نہ تھا باری تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوئے اور یہ آواز آئی:

یا محمد! قف، إن ربک یصلی۔(۱)

''اے پیارے محمد! ٹھہر جائیے، آپ کا رب آپ پر درود بھیج رہا ہے۔''

قرائن بتا رہے ہیں کہ وہ صلوٰۃ جو شبِ اسریٰ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ پر بھیج رہا تھا وہی صلوٰۃ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پڑھ رہے تھے۔ اُس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبرِ انور میں کوئی نفل نماز نہیں بلکہ صلوٰۃ و سلام کا وظیفہ کر رہے تھے۔ یہ صلوٰۃ صلوٰۃِ مبارک باد، صلوٰۃِ تعظیم و توقیر اور صلوٰۃِ اِحترام تھا۔

اِس تفصیل سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ کے مفہوم کو صرف نماز تک محدود نہ کیا جائے بلکہ یہ رسولِ محتشم ﷺ پر صلوٰۃ اور برکت بھیجنے کا عمل تھا اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام تھا جس کے آئینہ دار قائم یصلی کے اَلفاظِ حدیث ہیں۔ اِسی واقعہ کی اطلاع ہمیں

(۱) شعرانی، الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الأکابر، ۲: ۳۶۷

مخبرِ صادق رسولِ برحق ﷺ نے دی اور بتایا کہ سفرِ معراج کے ابتدائی مرحلہ میں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہ حالتِ صلوٰۃ دیکھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ کھڑے تھے اور صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے۔

آپ دونوں میں سے کسی بات کو تسلیم کر لیں اور اِس اَمر پر اپنی توجہ مرکوز کریں کہ رسولِ مکرم ﷺ نے امت کو یہ اطلاع کیوں فراہم کی؟ اگر یہ محض نماز کا معاملہ ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھا۔ ہر پیغمبر اپنی قبرِ انور میں نفل ادا کرتا ہے، یہ کوئی خلافِ معمول بات نہیں۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ سفرِ معراج کے مرحلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں امت کو یہ بتانے میں کیا نکتہ اور حکمت کارفرما تھی؟ دراصل بتانا یہ مقصود تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ میں سے ہیں اور جب حضور ﷺ سفرِ معراج کے دوران میں اُن کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کا اس موضوع پر امت کو آگاہی دینے کا مقصد انہیں قیامِ سلام کے آداب سمجھانا تھا۔

۳۔ صحیح مسلم کی کتاب الإیمان کے باب ذکر المسیح بن مریم والمسیح الدجال میں اس مضمون کی ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے۔ امام سخاوی (۸۳۱۔۹۰۲ھ) نے القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ میں یہ حدیث سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے باب میں صلوٰۃ وسلام کے حوالے سے بیان کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قد رأیتنی فی جماعة من الأنبیاء، فإذا موسی قائم یصلی، فإذا رجل ضرب جعد کأنه من رجال شنوءة.

’’تحقیق میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا تو موسیٰ کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، وہ شنوءہ قبیلے (کے لوگوں) کی طرح درمیانے قد

کے اور گھنگریالے بالوں والے تھے۔‘‘

وإذا عيسى ابن مريم عليه السلام قائم يصلّى، أقرب الناس به شبهاً عروة بن مسعود الثقفي.

’’اور عیسیٰ بن مریم کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، ان سے قریباً ہم شکل عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔‘‘

وإذا إبراهيم قائم يصلى، أشبه الناس به صاحبكم (يعني نفسه)، فحانت الصلاة فأممتهم۔(۱)

’’اور ابراہیم بھی کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، سب سے زیادہ اُن کے ہم شکل تمہارے صاحب (یعنی میں) ہوں، اِس کے بعد نماز کھڑی ہوگئی اور میں نے اُن کی اِمامت کروائی۔‘‘

اس روایت سے مترشح ہو رہا ہے کہ شبِ اسریٰ ہر پیغمبر حالتِ قیام میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھ رہا تھا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے تمام اَنبیاء کی اِمامت کرائی۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب ذکر المسيح بن مريم والمسيح الدجال، ۱: ۱۵۷، رقم: ۱۷۲

۲۔ خطيب تبريزی، مشکوٰة المصابيح، کتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، ۳: ۳۷۹، رقم: ۵۸۶۶

۳۔ بيهقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲: ۳۸۷

۴۔ سبکی، شفاء السقام فی زيارة خير الأنام: ۱۳۵، ۱۳۸

۵۔ مقريزی، إمتاع الأسماع بما للنبی ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۸: ۲۴۹

۶۔ سخاوی، القول البديع فی الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ: ۱۲۸

قیامِ میلاد لمحہ موجود میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے لیے نہیں ہوتا

قیام کے موضوع پر یہ حوالہ جات بالصراحت اِس اَمر پر دلالت کرتے ہیں کہ ہم قیام کیوں اور کس لیے کرتے ہیں؟ یہاں ایک شبہ کا اِزالہ اَز حد ضروری ہے کہ معاذ اللہ ہم ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت لمحہ موجود میں ہوئی ہے، لہٰذا ہمیں قیام کرنا ہے یا یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس مجلس میں تشریف لا رہے ہیں اور ہم آپ ﷺ کی آمد پر قیام کر رہے ہیں۔ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہے نہ ہمارا قیامِ اِستقبال کا مظہر ہے۔ یہ بھی نہیں کہ جو محفلِ میلاد میں شرکت کے لیے آئے ہیں ان کے لیے قیام کرنا چاہیے۔ تاہم یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر محفل میلاد میں تشریف لائیں۔ روحانی اعتبار سے آپ ﷺ کے لیے ایسا کرنا ناممکن نہیں، آپ ﷺ جہاں چاہیں روحانی طور پر تشریف لے جا سکتے ہیں۔ جسمانی طور پر اس لیے نہیں کہ آپ ﷺ کا جسم اقدس آپ ﷺ کے روضۂ پاک میں قبر انور کے اندر استراحت فرما رہا ہے، لیکن ملائکہ اور عالمِ اَرواح کے کسی فرد کی طرح آپ ﷺ کسی جگہ اور کسی مقام پر روحانی طور پر آ جا سکتے ہیں۔ اگر کوئی خواب میں یا حالتِ بیداری میں آپ ﷺ کا دیدار کرتا ہے جیسا کہ متعدد اولیاء کرام کے بارے میں مذکور ہے تو وہ بلا شبہ آپ ﷺ ہی کی زیارت سے شاد کام ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ جسمانی طور پر نظر آتے ہیں لیکن وہ الروح التمثیل یا الروح المتمثلة کی ایک صورت گری ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے جبرئیل امین یا ملک الموت کسی کو بشری شکل میں دکھائی دے۔ اس حوالے سے کئی مثالیں قرآن وحدیث سے دی جاسکتی ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت جبرئیل امین حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جسمانی صورت میں حاضر ہوئے:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ (۱)

(۱) مریم، ۱۹: ۱۷

''تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح (یعنی فرشتہ جبرئیل) کو بھیجا سو جبرئیل ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہوا۔''

بَشَرًا سَوِيًّا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک مکمل جیتے جاگتے انسان کی شکل میں سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس آئے اور یہ اس پیکرِ نوری کا اصل جسم نہیں بلکہ متمثل صورت تھی۔ روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کی بارگاہ میں بشری صورت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔(۱)

پس صحیح عقیدہ یہی ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا جسمِ اَطہر اُن کے روضہ پاک میں آرام فرما ہے لیکن آپ ﷺ کی روح پاک متمثل ہو کر کہیں بھی جلوہ گر ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا بے ادبی اور گستاخی کے ذیل میں آئے گا کہ حضور ﷺ اپنی قبر اَطہر سے باہر روحانی طور پر متمثل ہو کر جہاں چاہیں تشریف نہیں لے جاسکتے۔ بلکہ آپ ﷺ کو یہ قدرتِ تام حاصل ہے کہ فرشتوں کی طرح جہاں چاہیں اپنی روح پاک کے ساتھ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ روح کے اس طرح جسمانی وجود میں نظر آنے کو تمثل الروح یا تجسد الروح سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ مریم میں جبرئیل امین علیہ السلام کے باب میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگرچہ حضور نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر جسمانی صورت میں متمثل ہو کر کہیں بھی تشریف لے جا سکتے ہیں لیکن یہ جمہور مسلمین اور اہلِ سنت وجماعت کا کبھی عقیدہ نہیں رہا کہ آپ ﷺ اپنے جسمانی وجود کے ساتھ محفل میلاد میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور اس بنا پر اہلِ محفل آپ ﷺ کے استقبال کے لیے قیام

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبي ﷺ عن الإیمان والإسلام والإحسان، ۱: ۲۷، رقم: ۵۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله إن الله عنده علم الساعة، ۴: ۱۷۹۳، رقم: ۴۴۹۹

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان، ۱: ۳۷، ۳۹، رقم: ۸، ۹

کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو یہ غلط الزام ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ شرکائے محفلِ میلاد صرف علامتی طور پر آپ ﷺ کے ذکر کے احترام میں کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں۔ یہ قیام اس لیے بھی نہیں کیا جاتا کہ معاذ اللہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ لحہ بموجود میں متولد ہو رہے ہیں۔ کوئی اَحمق اور فاتر العقل شخص ہی ایسی سوچ رکھ سکتا ہے۔ محفلِ میلاد میں قیام ذکرِ حبیب ﷺ کے ادب اور ولادت پاک کو یاد کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت اس قدر شانِ جمال اور عظمتِ بے مثال کی حامل ہے کہ اس کا ذکر بھی بہت فضیلت کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی تعظیم اِس اَمر کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم کھڑے ہوکر آپ ﷺ کی ذات والا صفات پر سلام پیش کریں، آپ ﷺ کے اَوصافِ حمیدہ کی تحسین کریں اور ذکرِ حبیب ﷺ میں نہایت درجہ اَدب و تعظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے محبت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جائیں۔

قیامِ میلاد دراصل قیامِ فرحت و مسرت ہے

تذکارِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ ہماری محبت، چاہت اور الفت کے متقاضی ہیں۔ جب بھی آپ ﷺ کا ماہِ ولادت (ربیع الاول) آئے تو لازم ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے حضور شکرانہ بجا لائیں کہ اس نے نوعِ انسانیت کو اتنی بڑی نعمت اور احسانِ عظیم سے نوازا۔ آپ ﷺ کے ظہور سے حق و صداقت اور ہدایت کا نور ہر طرف پھیل گیا اور کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کی وساطت سے دنیا کی ان تاریکیوں کو دور کرنے کا سامان کیا جو پوری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ گمراہی و ضلالت کے اندھیروں میں وہ نورِ سرمدی چمکا جس کی ضوء پاشیوں سے ہدایت ربانی کی صبح طلوع ہوئی۔ میلاد النبی ﷺ کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کی خوشی منانا اور محبت اور اپنائیت سے اس کا ذکر کرنا ہم پر لازم ہے۔ یہ مہینہ اور ولادتِ مبارکہ کا دن اللہ ﷻ کی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ اور دن ہے۔

وہ ساعتیں جب اِس دنیائے آب وگل میں آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی اپنے دامن میں بے اِنتہاء خوشی ومسرت اور فرحت کی دولت لے کر منصۂ عالم پر ظہور پذیر ہوئیں۔ اس متاعِ عظیم کی یاد میں قیام کرنا اور آپ ﷺ کی محبت میں سرشار جھوم جھوم کر میلاد پڑھنا سرورِ ایمان کا اِظہار ہے۔ جتنی احادیثِ مقدسہ کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ قیام کا جواز فراہم کرتی ہیں، مدحت ونعت کے گجرے بہ حضور سید خیر الانام ﷺ پیش کرنے کی سند ہمیں متعدد روایات سے ملتی ہے۔ یہ سارا عمل سنت قرار پاتا ہے جس کی تائید تمام ائمۂ حدیث کی روایات اور اَقوال سے ہوتی ہے۔

قیام کی اِس ساری بحث کا خلاصہ ہے کہ ہر ذات کے لیے قیام اُس کے مرتبہ کے لحاظ سے جائز ہے۔ شاگرد اپنے استاد کے لیے اَدباً اور تعظیماً کھڑا ہوتا ہے، میزبان مہمان کے اِستقبال کے لیے کھڑا ہوتا ہے، شیخ مرید کے لیے محبت رکھتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے اور بیٹا باپ کے لیے ادباً کھڑا ہوتا ہے۔ قیام کی یہ تمام صورتیں جائز ہی نہیں جاً واجب ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں پائی جاتی۔ لٰہذا اگر ان تمام ذاتوں کے لیے ادباً، تعظیماً، اِکراماً اور فرحت محسوس کرتے ہوئے کھڑا ہونا جائز ہے تو تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے بہ درجہ اَولیٰ جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ جب ہم آپ ﷺ کے میلاد پر قیام کرتے ہیں تو یہ محبت، فرحت اور خوشی کے اِظہار میں کرتے ہیں، ہم اِس گھڑی کو اپنے تصور وتخیل میں رکھتے ہوئے محبت اور فرحت کا اظہار کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں جس میں حضور نبی اکرم ﷺ اِس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے۔

ممانعتِ قیام کے اَسباب

جہاں تک قیام کرنے سے منع کرنے کا تعلق ہے وہ اُس شخص کے لیے ہے جو دوسروں سے اِس اَمر کی خواہش اور توقع کرے کہ اُس کے آنے پر لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں۔ حدیث مبارکہ میں اِسی خواہش اور توقع کی مذمت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس انداز کے قیام سے منع فرمایا۔ اِمام بخاری

(۱۹۴۔۲۵۶ھ)، اِمام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ) اور اِمام ابو داؤد (۲۰۲۔۲۷۵ھ) نے اس مضمون کی ایک حدیث بیان کی ہے جس میں اِمتناعِ قیام کا ذکر کیا گیا ہے اور کسی مجلس میں آنے والے کی ایسی خواہش کی مذمت کی گئی ہے۔(۱) اس کے لیے عاجزی اور تواضع اختیار کرنے کا حکم ہے، البتہ جو لوگ کسی کی آمد کے منتظر ہوں ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جائیں کہ یہ ادب و تعظیم کا تقاضا ہے۔ اگر اس شخص کے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لینے لگے کہ دوسرے اس کی آمد پر کھڑے ہو جائیں تو یہ قابلِ مذمت ہے۔ اِس رویہ سے تکبر و رعونت کا اظہار ہوتا ہے۔ اِس اِمتناعِ قیام کو اَخلاقی تربیت اور اِسلامی تعلیم کے ایک حصے کے طور پر لیا جائے تاکہ لوگوں کے اندر تواضع و انکساری پیدا ہو۔ اگر کوئی شخص مجلس میں آتا ہے اور اُس کی آمد پر لوگ کھڑے نہیں ہوتے تو اُسے ناراض اور غضب ناک نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ ایسی خواہش اور توقع اِسلامی آداب و اَخلاق کے منافی ہے۔

---

(۱) عن معاویة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: من سرّه أن یتمثّل له الرّجال قیاما فلیتبوّأ مقعده من النّار۔ ☆

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے بُت کی طرح کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار رکھے۔''

☆ ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الآداب، باب ما جاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل، ۵: ۹۰، رقم: ۲۷۵۵

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی قیام الرجل للرجل، ۴: ۳۵۸، رقم: ۵۲۲۹

۳۔ بخاری، الأدب المفرد: ۳۳۹، رقم: ۹۷۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۹۳، ۱۰۰

۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۸۲، رقم: ۴۲۰۸

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۵۱، رقم: ۸۱۹

باب ششم

اِہتمامِ چراغاں

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

جشنِ میلاد النبی ﷺ کی تقریبات میں اِجتماعاتِ ذکر اور محافلِ نعت کا اِنعقاد اَدب و اِحترام اور جوش و جذبے سے کیا جاتا ہے۔ شبِ ولادت چراغاں کا اِہتمام جشنِ میلاد کا ایک اور ایمان اَفروز پہلو ہے۔ عمارتوں اور شاہراہوں کو رنگا رنگ روشنیوں سے سجایا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اِنسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر علم و آگہی کے اُجالوں میں لے آئے۔ آپ ﷺ کی ذات نورِ اِلٰہی کا مظہرِ اَتم ہے۔ لہٰذا دنیا میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشیاں منانے کے لیے بساطِ زندگی کو رنگ و نور سے سجایا جاتا ہے۔ ذہن میں سوال آ سکتا ہے کہ کیا اَوائل دورِ اسلام میں بھی اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟ دِقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ عمل ثقہ روایات کے مطابق خود ربِ ذوالجلال کی سنت ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالہ سے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔ آپ شبِ ولادت کی بابت فرماتی ہیں:

فما ولدته خرج منها نور أضاء له البيت الذی نحن فيه والدّار، فما شيء أنظر إليه إلا نور۔(۱)

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۵: ۱۴۷، ۱۸۶، رقم: ۳۵۵، ۴۵۷

۲۔ شيبانی، الآحاد والمثانی: ۶۳۱، رقم: ۱۰۹۴

۳۔ ماوردی، أعلام النبوة: ۲۴۷

۴۔ طبری، تاريخ الأمم والملوك، ۱: ۴۵۴

۵۔ بيہقی، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ۱: ۱۱۱

’’پس جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ کے جسمِ اَطہر سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔‘‘

۲۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت یوں مروی ہے:

إني رأيت حين ولدته أنه خرج مني نور أضاءت منه قصور بصری من أرض الشام۔(۱)

۶۔ أبو نعيم، دلائل النبوة: ۱۳۵، رقم: ۷۶

۷۔ ابن جوزی، المنتظم فی تاريخ الأمم والملوك، ۲: ۲۴۷

۸۔ ابن عساکر، تاريخ دمشق الكبير، ۳: ۷۹

۹۔ ابن عساکر، السيرة النبوية، ۳: ۴۶

۱۰۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۲: ۲۶۴

۱۱۔ ہيثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۲۲۰

۱۲۔ ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف: ۱۷۳

۱۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۸۳

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۴: ۲۱۴، رقم: ۵۴۵

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۳۱۳، رقم: ۶۴۰۴

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۳۱۸

۴۔ دارمی، السنن، ۱: ۲۰، رقم: ۱۳

۵۔ شيبانی، الآحاد والمثانی، ۳: ۵۶، رقم: ۱۳۶۹

۶۔ شيبانی، الآحاد والمثانی، ۴: ۳۹۷، رقم: ۲۴۴۶

۷۔ حاكم، المستدرك علی الصحيحين، ۲: ۶۷۳، رقم: ۴۲۳۰

۸۔ ہیثمی نے ’’مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (۸: ۲۲۲)‘‘ میں کہا ہے کہ اِسے احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے، اور احمد کی بیان کردہ روایت کی اسناد حسن ہیں۔

’’جب میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمینِ شام میں بصرہ کے محلات روشن ہوگئے۔‘‘

اُتر آئے ستارے قمقمے بن کر

اِنسان جب جشن مناتے ہیں تو اپنی بساط کے مطابق روشنیوں کا اہتمام کرتے ہیں، قمقمے جلاتے ہیں، اپنے گھروں، محلوں اور بازاروں کو ان روشن قمقموں اور چراغوں سے مزین و منور کرتے ہیں، لیکن وہ خالقِ کائنات جس کی بساط میں شرق وغرب ہے اُس نے جب چاہا کہ اپنے حبیب ﷺ کے میلاد پر چراغاں کروں تو نہ صرف شرق تا غرب زمین کو منور کر دیا بلکہ آسمانی کائنات کو بھی اِس خوشی میں شامل کرتے ہوئے ستاروں کو قمقمے بنا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا

......۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان: ۵۱۲، رقم: ۲۰۹۳
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۰۲
۱۱۔ ابن إسحاق، السیرۃ النبویۃ، ۱: ۹۷، ۱۰۳
۱۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: ۱۶۰
۱۳۔ طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۱: ۴۵۵
۱۴۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۱۷۱، ۱۷۲
۱۵۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۳: ۴۶۶
۱۶۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویۃ، ۳: ۴۶
۱۷۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ۲: ۲۷۵
۱۸۔ سیوطي، کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، ۱: ۷۸
۱۹۔ حلبی، إنسان العیون فی سیرۃ الأمین المامون، ۱: ۸۳
۲۰۔ أحمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، ۱: ۴۶

فرماتی ہیں:

حضرت ولادة رسول الله ﷺ فرأيت البيت حين وضع قد امتلأ نوراً، ورأيت النجوم تدنو حتى ظننت أنها ستقع عليّ۔(۱)

''جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو (میں خانہ کعبہ کے پاس تھی) میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑیں۔''

جشنِ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر مکہ مکرّمہ میں چراغاں

مکہ مکرمہ نہایت برکتوں والا شہر ہے۔ وہاں بیت اللہ بھی ہے اور مولد رسول اللہ ﷺ بھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسمیں کھاتا ہے۔ اہلِ مکہ کے لیے مکی ہونا ایک اعزاز ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اہلِ مکہ ہمیشہ جشن مناتے اور چراغاں کا خاص اہتمام کرتے۔ ائمہ نے اس کا تذکرہ اپنی کتب میں کیا ہے۔ نمونے کے طور پر چند روایات

(۱) ۱۔ سهيلي، الروض الأنف في تفسير السيرة النبوية لابن هشام، ۱: ۲۷۸، ۲۷۹

۲۔ ابن أثير، الكامل في التاريخ، ۱: ۴۵۹

۳۔ طبري، تاريخ الأمم والملوك، ۱: ۴۵۴

۴۔ أبو نعيم، دلائل النبوة: ۱۳۵، رقم: ۷۶

۵۔ بيهقي، دلائل النبوة، ۱: ۱۱۱

۶۔ ابن جوزي، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ۲: ۲۴۷

۷۔ ابن رجب حنبلي، لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف: ۱۷۳

۸۔ سيوطي، كفاية الطالب اللبيب في خصائص الحبيب، ۱: ۴۰

۹۔ حلبي، إنسان العيون في سيرة الأمين المامون، ۱: ۹۴

۱۰۔ نبهاني، الأنوار المحمدية من المواهب اللدنية: ۲۵

درج ذیل ہیں:

اِمام محمد جار اللہ بن ظہیرہ حنفی (م ۹۸۶ھ) اہلِ مکہ کے جشنِ میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

وجرت العادة بمكة ليلة الثانى عشر من ربيع الأول فى كل عام أن قاضى مكة الشافعى يتهيّأ لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب فى جمع عظيم، منهم الثلاثة القضاة وأكثر الأعيان من الفقهاء والفضلاء، وذوى البيوت بفوانيس كثيرة وشموع عظيمة وزحام عظيم. ويدعى فيه للسلطان ولأمير مكة، وللقاضى الشافعى بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام، ثم يعود منه إلى المسجد الحرام قبيل العشاء، ويجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بأزاء قبة الفراشين، ويدعو الداعى لمن ذكر آنفاً بحضور القضاة وأكثر الفقهاء. ثم يصلّون العشاء وينصرفون، ولم أقف على أول من سن ذالک، سألت مؤرخى العصر فلم أجد عندهم علماً بذلک۔(۱)

”ہر سال مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاول کی رات اہلِ مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ - جو کہ شافعی ہیں - مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہبِ فقہ کے قاضی، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔ وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ

(۱) ابن ظهيرة، الجامع اللطيف فى فضل مكة وأهلها وبناء البيت الشريف: ۲۰۱، ۲۰۲

دینے کے بعد بادشاہِ وقت، امیرِ مکہ اور شافعی قاضی کے لیے (منتظم ہونے کی وجہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ پھر وہ وہاں سے عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں اور صفائی کرنے والوں کے قبہ کے مقابل مقامِ ابراہیم کے پیچھے بیٹھتے ہیں۔ بعد ازاں دعا کرنے والا کثیر فقہاء اور قضاۃ کی موجودگی میں دعا کا کہنے والوں کے لیے خصوصی دعا کرتا ہے اور پھر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سارے الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مؤرّخین سے پوچھنے کے باوُجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔‘‘

علامہ قطب الدین حنفی (م ۹۸۸ھ) نے کتاب الإعلام بأعلام بيت الله الحرام فی تاریخ مکة المشرفة میں اہلِ مکہ کی محافلِ میلاد کی بابت تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

يزار مولد النبی ﷺ المکانی فی الليلة الثانية عشر من شهر ربيع الأول فی کل عام، فيجتمع الفقهاء والأعيان علی نظام المسجد الحرام والقضاة الأربعة بمکة المشرفة بعد صلاة المغرب بالشموع الکثيرة والمفرغات والفوانيس والمشاغل وجميع المشائخ مع طوائفهم بالأعلام الکثيرة ويخرجون من المسجد إلی سوق الليل ويمشون فيه إلی محل المولد الشريف بازدحام ويخطب فيه شخص ويدعو للسلطنة الشريفة، ثم يعودون إلی المسجد الحرام ويجلسون صفوفاً فی وسط المسجد من جهة الباب الشريف خلف مقام الشافعية ويقف رئيس زمزم بين يدی ناظر الحرم الشريف والقضاة ويدعو

للسلطان ویلبسه الناظر خلعة ویلبس شیخ الفراشین خلعة. ثم یؤذّن للعشاء ویصلی الناس علی عادتهم، ثم یمشی الفقهاء مع ناظر الحرم إلی الباب الذی یخرج منه من المسجد، ثم یتفرّقون. وهذه من أعظم مواکب ناظر الحرم الشریف بمکة المشرفة ویأتی الناس من البدو والحضر وأهل جدة، وسکان الأودیة فی تلک اللیلة ویفرحون بها۔ (۱)

’’ہر سال باقاعدگی سے بارہ ربیع الاول کی رات حضور ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کی جاتی ہے۔ (تمام علاقوں سے) فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں۔ یہ (مشعل بردار) جلوس کی شکل میں مسجد سے نکل کر سوق اللیل سے گزرتے ہوئے حضور ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتا ہے اور اس سلطنتِ شریفہ کے لیے دعا کرتا ہے۔ پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد حرام میں آنے کے بعد باب شریف کی طرف رُخ کرکے مقامِ شافعیہ کے پیچھے مسجد کے وسط میں بیٹھ جاتے ہیں اور رئیسِ زَم زَم حرم شریف کے نگران کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ بعد ازاں قاضی بادشاہِ وقت کو بلاتے ہیں، حرم شریف کا نگران اس کی دستار بندی کرتا ہے اور صفائی کرنے والوں کے شیخ کو بھی خلعت سے نوازتا ہے۔ پھر عشاء کی اذان ہوتی اور لوگ اپنے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر حرم پاک کے نگران کی معیت میں مسجد سے باہر جانے والے دروازے کی طرف فقہاء آتے اور اپنے اپنے

(۱) قطب الدین، کتاب الإعلام بأعلام بیت الله الحرام فی تاریخ مکة المشرفة: ۳۵۵، ۳۵۶

گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اِظہار کرتے تھے۔‘‘

اِس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ خوشی کے موقع پر چراغاں کرنا سنتِ اِلٰہیہ ہے۔ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے یومِ میلاد سے بڑھ کر خوشی کا موقع کون سا ہوسکتا ہے! لہٰذا ہمیں چاہیے کہ بحث و نزاع میں پڑنے کی بجائے سنتِ اِلٰہیہ پر عمل کرتے ہوئے اہالیانِ مکہ کے طریق پر جشنِ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر حسبِ اِستطاعت چراغاں کا اِہتمام کریں۔

www.MinhajBooks.com

باب ہفتم

ضیافتِ میلاد

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

محافلِ میلاد النبی ﷺ میں ہر خاص و عام کے لیے ماکولات و مشروبات کا اِنتظام کیا جاتا ہے، اَنواع و اَقسام کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں، مٹھائی اور شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ کھانا کھلانا شرعاً مقبول عمل ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند فرمایا ہے، اور قرآن و حدیث میں اِس کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔

ا۔ قرآن حکیم میں کھانا کھلانے کی فضیلت

ا۔ کھانا کھلانے کے باب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا○(۱)

’’اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اُس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں○ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہش مند) ہیں○‘‘

۲۔ مناسکِ حج میں سے ایک قربانی کے جانور ذبح کرنا ہے۔ اللہ رب العزت نے ذبیحہ کے گوشت کو خود کھانے اور باقی ضرورت مندوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ○(۲)

---

(۱) الدہر، ۷۶: ۸، ۹

(۲) الحج، ۲۲: ۲۸

’’پس تم اس میں سے خود (بھی) کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو (بھی) کھلاؤo‘‘

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔(۱)

’’تو تم خود (بھی) اس میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے رہنے والوں کو اور سوال کرنے والے (محتاجوں) کو بھی کھلاؤ۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کی دعوت پر بلایا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ۔(۲)

’’اے ایمان والو! نبیِّ (مکرّم ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اُس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔‘‘

اِن آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ کھانے کی دعوت دینا اور اپنے دوست اَحباب، ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کو کھانا کھلانا عین سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور حکم خداوندی ہے۔

---

(۱) الحج، ۲۲: ۳۶

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۵۳

۲۔ اَحادیثِ مبارکہ میں کھانا کھلانے کی ترغیب

حضور نبی اکرم ﷺ نے کئی مواقع پر غرباء و مساکین اور رشتہ داروں اور مستحقین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی ہے۔ اس حوالے سے چند اَحادیث مبارکہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کسی شخص نے سوال کیا: بہترین اسلام کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

تطعم الطعام وتقرأ السّلام علی من عرفت و من لم تعرف۔(۱)

''تو کھانا کھلائے یا سلام کرے اُس شخص کو جسے تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔''

۲۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جس وقت مدینہ تشریف لائے تو اَوّل کلام جو میں نے ان سے سنا وہ یہ تھا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، ۱: ۱۳، رقم: ۱۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب إفشاء السّلام، ۱: ۱۹، رقم: ۲۸

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإستئذان، باب السّلام للمعرفة وغیرالمعرفة، ۵: ۲۳۰۲، رقم: ۵۸۸۲

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب تفاضل الإیمان، ۱: ۶۵، رقم: ۳۹

۵۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی إفشاء السّلام، ۴: ۳۵۰، رقم: ۵۱۹۴

۶۔ نسائی، السنن، کتاب الإیمان، باب أیّ الإسلام خیر، ۸: ۱۰۷، رقم: ۵۰۰۰

۷۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، ۲: ۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۳

يأيها الناس! أفشوا السّلام، و أطعموا الطّعام، وصلّوا و النّاس نيام تدخلون الجنّة بسلام۔(۱)

’’اے لوگو! سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ، اور نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أعبدوا الرحمن، و أطعموا الطّعام، وأفشوا السّلام، تدخلوا الجنّة بسلام۔(۲)

’’تم رحمان کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ۴: ۶۵۲، رقم: ۲۴۸۵
۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب في قيام الليل، ۱: ۴۲۳، رقم: ۱۳۳۴
۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، ۲: ۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۱
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۵۱، رقم: ۲۳۸۳۵
۵۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۰۵، رقم: ۱۴۶۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب الأطعمة، باب ما جاء في فضل إطعام الطعام، ۴: ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۰، رقم: ۶۵۸۷
۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۴۸، رقم: ۲۰۸۱
۴۔ بزار، البحر الزخار (المسند)، ۶: ۳۸۳، رقم: ۲۴۰۲
۵۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۴۰، رقم: ۹۸۱

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کثرت کے ساتھ کھانا کھلانے کا شکوہ کیا اور اسے اِسراف قرار دیا، تو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا حوالہ دیا:

خيارکم من أطعم الطّعام، وردّ السّلام۔(۱)

”تم میں سے بہترین وہ ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔“

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من أطعم أخاه خبزاً حتی يشبعه، وسقاه ماء حتی يرويه، بعّده الله عن النار سبع خنادق بُعد ما بين خندقين مسيرة خمسمائة سنة۔(۲)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۶، رقم: ۲۳۹۷۱، ۲۳۹۷۴

۲۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۱۶۶، ۱۶۷، رقم: ۷۱۰۵

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحين، ۴: ۳۱۰، رقم: ۷۷۳۹

۴۔ بيهقی، شعب الإيمان، ۶: ۴۷۸، رقم: ۸۹۷۳

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحين، ۴: ۱۴۴، رقم: ۷۱۷۲

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۳۲۰، رقم: ۶۵۱۸

۳۔ بيهقی، شعب الإيمان، ۳: ۲۱۸، رقم: ۳۳۶۸

۴۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۵۷۶، رقم: ۵۸۰۷

۵۔ منذری، الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، ۲: ۳۶، رقم: ۱۴۰۳

۶۔ هيثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۳: ۱۳۰

”جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اُسے (دوزخ کی) آگ سے سات خندق جتنے فاصلے کی دوری پر کر دے گا، اور دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔“

اِن تمام اَحادیث سے یہ نتیجہ اَخذ ہوا کہ اپنے بیگانے کی تمیز کے بغیر کسی کو بھی کھانا کھلانا بہترین عمل ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ کھانا کھلانے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور جنت میں ٹھکانہ ملتا ہے۔ لہٰذا اگر عام دنوں میں کسی بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانے کا اتنا زیادہ ثواب ہے تو جس دن بے کسوں کے والی، بے آسروں کے آسرا اور بے سہاروں کے سہارا سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اِس عالم آب و گل میں تشریف آوری ہوئی اُس موقع پر لوگوں کو کھانا کھلانا کتنے اَجر کا باعث ہوگا۔

www.MinhajBooks.com